مسلسل اشاعت کے ترپن سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

635 / ذوالقعدۃ ۱۴۳۹ھ جولائی ۲۰۱۸ء

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ

مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ

مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 53
شمارہ نمبر 09
ذوالقعدۃ ۱۴۳۹ھ
جولائی 2018

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقشِ آغاز: ترکی، ملائیشیا اور پاکستان کے انتخابات: امیدیں، توقعات اور خدشات .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق حقانی ۵
- ایامِ حج کے فضائل، مسائل اور اعمال .... حضرت مولانا حافظ انوار الحق ۱۳
- زیرِ زمین عظیم الشان سمندر کی دریافت: احادیث وسائنسی کی روشنی میں ...... مولانا انیس الرحمٰن ندوی ۱۲
- اسلامی معاشیات: ایک بحرانی صورتحال .... ڈاکٹر اسعد زمان ۲۶
- مولانا سمیع الحق کی تفاسیر امام احمد علی لاہوریؒ .... مولانا محمد فہد حقانی ۳۱
- فلسفے کی مذہبی ضرورت .... پروفیسر محمد رشید ارشد ۴۵
- کاروانِ آخرت کے چار مسافر .... مولانا ابوالمعز الحق حقانی ۵۱
- حقانی نسبتوں، محبتوں، عقیدتوں کا مرقع (مولانا ظہور احمد رستمی) ...... حافظ سید اسرار احمد نعمانی ۵۶
- دارالعلوم کے شب و روز .... مولانا حامد الحق حقانی ۶۲
- تعارف و تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۳

نوٹ: ادارہ کا کالم نگار حضرات کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: 630435- 923 92+
فیکس نمبر: 630922- 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

635 / ذوالقعدۃ ۱۴۳۹ھ جولائی ۲۰۱۸ء

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

ترکی ،ملائیشیا اور پاکستان کے انتخابات
امیدیں ،توقعات اور خدشات

عالم اسلام کے تین اہم اسلامی ممالک میں گزشتہ چند ماہ کے دوران انتخابات کا انعقاد ہوا، جس میں سرفہرست ترکی کے انتخابات ہیں،ترکی میں حالیہ انتخابات کے حوالہ سے امت مسلمہ انتہائی بے چینی اورشدت سے نتائج کا انتظار کررہی تھی ،مسلمان ممالک کے علماء مشائخ اور لاکھوں اسلام پسندوں کی آخری امید رجب طیب اردگان کے ساتھ وابستہ تھی کیونکہ اردگان ہی اِن ۵۴ مسلم حکمرانوں میں واحد مردِ حُر، وسیع الفکر، وسیع النظر اور وسیع الظرف نڈر لیڈر تھے جنہوں نے مغرب اور امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر موقع اور ہر فورم پر مسلمانوں کی موثر نمائندگی اور مظلوموں کی بھرپور ترجمانی کی اور کمال اتاترک ''مردِ ناداں'' نے جو خلافت کی قباء چاک کردی تھی اس کی رفوگری اور پیوندکاری بڑی حکمت ،مہارت اور کامیابی سے سرانجام دی۔الحمدللہ بلآخر ان تمام کاوشوں اور فضل خداوندی سے انہوں نے صدارتی الیکشن میں شاندار کامیابی حاصل کرکے اپنے تینوں حریفوں کے مدمقابل 53.1 فیصد ووٹ لے کرنمایاں سبقت حاصل کی۔

الیکشن میں کامیابی پر جہاں پوری امت مسلمہ میں خوشی منائی گئی وہاں مغربی میڈیا کا منفی اور جانبدرانہ کردار مزید اُبھر کرسامنے آیااوران کے خلاف ہرسطح پر بھرپورمہم چلائی گئی۔ممتاز امریکی اور یورپی اخبارات وجرائد نے اِن کے خلاف آرٹیکل شائع کئے اور ان کے مدمقابل اپوزیشن لیڈرمحرم انجے سے توقعات وابستہ کی گئیں لیکن انتخابی نتائج نے ان سب کو بری طرح مایوس کیا۔اب یورپ اور امریکہ ترکی کے ساتھ اپنے تعلقات کومستقبل میں کس انداز میں چلائے گا؟ اور ترکی روس کیساتھ قربت کے باوجود مغرب کوکس انداز میں ہینڈل کرے گا؟ اس کا اندازہ کچھ عرصے میں ہوجائیگا۔پاکستان میں طیب اردگان ماڈل کوسیاسی حوالوں سے دیکھا جاتا ہے، دائیں بازو کے لوگ اُن کو پسند کرتے ہیں اور انکی خیرہ کن کامیابیوں سے ایک خاص انداز کی ترغیب وتحرک لیتے ہیں۔دراصل طیب اردگان جیسا کوئی شخص جس کا بیک گراﺅنڈ مذہبی ہو، جومغرب خاص کرامریکہ کوالفاظ چبائے بغیرللکارکرمخاطب کرتا ہو،فلسطینیوں کی حمایت اور اسرائیل کی مخالفت میں شعلہ بیانی کرے،جسکی اہلیہ سر پر حجاب لیتی ہو، ان کا لائف سٹائل روایتی مذہبی ہو،ایسے سیاسی لیڈر کی کامیابی اسلام پسندوں کیلئے فطری طور پر امیدافزا ہوگی۔مگر اُنکی کامیابی سے مسلم دنیا کو بالعموم اور خصوصاً مذہبی قوتوں کوسبق سیکھنا پڑے گا، انہوں نے پندرہ بیس سال کی طویل اور صبرآزما

جدوجہد میں کیا پایا کیا کھویا؟ عوام کو کیا ریلیف دیا؟ اسلام کو کس موثر انداز میں پیش کیا؟

مغربی تہذیب میں ڈوبے ہوئے اور کمال اتاترک کے مسلط کردہ سیکولرازم کا جنازہ نکالنا اور پھر اپنی ''گمشدہ متاع''، ''اسلام'' کی طرف واپسی کا سفر باعث صد افتخار ومسرت ہے۔ مسلم خوابیدہ کا جاگنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ایمانی حرارت مادیت اور سیکولرازم سے کچھ دیر کے لئے ٹھنڈی تو ہوسکتی ہے لیکن مُردہ اور بُجھ نہیں سکتی۔ یورپ کے دہانے پر ایک جدید معاشی مضبوط اسلامی حکومت کا مستقل بنیادوں پر کھڑا کرنا سارا یورپ اور امریکہ اپنے لئے ایک خطرے کا الارم سمجھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ طیب اردگان کی نئی حکومت کی حفاظت فرمائے اور بدی کی قوتوں کی سازشوں سے محفوظ رکھے

اسی طرح ترکی میں انتخابات سے قبل عالم اسلام کے ایک دوسرے اہم برادر اسلامی ملک ملائیشیا کے انتخابات پر بھی ساری دنیا کی نظریں جمی ہوئی تھیں، کیونکہ اس میں معاشی لحاظ سے جدید ترقی یافتہ ملک ملائیشیا کے بانی اور بہت ہی مقبول عوامی لیڈر مہاتیر محمد سیاست میں ریٹامنٹ کے باوجود دوبارہ اپنی ہی جماعت کے خلاف الیکشن میں حصہ لے رہے تھے، ملائیشیا کی حزب اختلاف کے اتحاد نے سابق وزیراعظم مہاتیر محمد کی زیر صدارت پارلیمانی انتخابات میں تاریخی کامیابی حاصل کرتے ہوئے حکومتی اتحاد کے ۶۰ سالہ اقتدار کو ختم کردیا ہے، مہاتیر محمد کے حزب مخالف اتحاد نے ۱۱۵ نشستوں پر کامیابی حاصل کی ہے، حالانکہ اقتدار میں آنے کے لئے ان کو ۱۱۲ سیٹوں کی ضرورت تھی۔ ۹۲ سالہ مہاتیر محمد نے برسرِ اقتدار باریسن نیشنل اتحاد کو شکست دی ہے جو کہ اس کی اپنی جماعت ہے اور گذشتہ ۶۰ برس سالوں سے اقتدار میں ہے۔

مہاتیر محمد نے یہ الیکشن ۹۲ سال کی عمر میں لڑا اور عوام میں اپنی بے مثال خدمات اور ہر دلعزیزی کے باعث تاریخی کامیابی سے ہمکنار بھی ہوئے۔ مہاتیر نے مجبوراً الیکشن میں حصہ لیا کیونکہ انہوں نے بڑی مشکلوں سے ملائیشیا کی تباہ حال معیشت کو بحال کرکے عالمی معاشی قوتوں کی صف میں لا کھڑا کردیا تھا اور اپنی خداداد صلاحیتوں، انتھک محنت کے باعث ملائیشیا کے تمام شعبہ ہائے زندگی اور حکومت کو مکمل نئی جہت اور نئی وسعتوں پر جاپان، چین اور سنگاپور جیسے خوبصورت جدید، صاف ستھرے ممالک کے ہم پلہ کردیا تھا لیکن اس کی ریٹائرمنٹ کے بعد اس کے جانشینوں نے ملائیشیا کو ایک بار پھر کرپشن، بدانتظامی اور اقربا پروری کی پرانی ڈگر پر ڈال دیا اور ترقی یافتہ ملک ایک بار پھر کرپٹ دیمک کی زَد میں آ گیا۔ اسی فکر نے مہاتیر محمد کو ۹۲ سال کی عمر میں سیاست کی وادی پرخار میں دوبارہ آنے پر مجبور کردیا۔ امید ہے مہاتیر محمد انشاء اللہ اپنے ملک کو اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

ان دونوں ممالک کے انتخابات کے بعد پاکستان میں بھی ۲۵ جولائی کو الیکشن منعقد ہوئے گو کہ

الیکشن کے انعقاد کے بارے میں بہت سی چہ میگوئیاں ہورہی تھیں لیکن بالآخر کافی خون خرابے کے بعد الیکشن ہوہی گئے،جسمیں تحریک انصاف اکثریتی پارٹی کےطور پر سامنے آئی ہے اور باقی تمام سیاسی،لسانی اور مذہبی جماعتوں کے اتحاد ایم ایم اے کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔اپوزیشن کی جماعتوں نے الیکشن میں حسب معمول دھاندلی کا الزام لگایا ہے جس کا پاکستانی سیاست میں ہمیشہ ہی انتخابات کے بعد رونا رویا جاتا ہے،گوکہ تحریک انصاف اپنی کامیابی کو تبدیلی کے نعرے اور کے پی کے میں ایک ''مثالی'' حکومت کی کامیابی کا ثمرہ قرار دے رہے ہیں اگرچہ ان کے دعویٰ میں وزن پایا جاتا ہے لیکن پھر بھی حالیہ انتخابات میں الیکشن کمیشن کی نااہلی اور نگران حکومت کی انتظامیہ پر شکوک وشبہات کا اظہار کھلم کھلا کیا جارہا ہے۔

تحریک انصاف کی قیادت اور پاکستان کے نئے حکمرانوں کیلئے ترکی اور ملائیشیا کی لیڈرشپ سے بہت کچھ سیکھنا اور سمجھنا چاہیے کہ کس طرح مہاتیر محمد اور اردگان نے اپنے تباہ حال ممالک اور بکھری،منتشر قوم کو اکھٹا کیا اور وہاں پر ایک مثالی تبدیلی لیکر آئے۔اسی طرح عمران خان نے کامیابی کے بعد جو پہلی تقریر قوم سے کی وہ بھی بظاہر بہت اچھے اور خوشنما وعدوں اور دعووں پر مشتمل تھی اور اس میں انہوں نے بار بار ریاست مدینہ منورہ کی طرز پر اپنی نئی حکومت کا قیام اور اُنہی اصولوں کا ذکر خیر کیا۔اب اللہ نے عمران خان کو انتخابات کے ذریعے بہت بڑا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ کس طرح ایک مثالی حکمران بن کر پاکستان جیسے زبوں حال،قرضوں میں جکڑے اور خصوصاً کرپشن جیسے بدحال ملک کو اپنے اصل مقاصد اور حقیقی ڈگر پر لاتے ہیں؟ ان کے سامنے عوامی توقعات کا سمندر،بلند بانگ انتخابی وعدوں،دعووں کا کوہ ہمالیہ اور پاکستانی تاریخ کی سب سے بڑی اپوزیشن کھڑی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے معاشی بحرانوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ بھی منتظر ہے۔دیکھتے ہیں کہ ستر برس بعد اہل پاکستان کے مقدر کا ستارہ روشن ہوتا ہے یا مزید گہنایہ جاتا ہے؟الیکشن میں خوشنما تقاریر بہت ہوچکی ہیں اب عملی،انقلابی،معاشی،فلاحی،اسلامی،عوامی اورفوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔عمران خان یاد رکھیں!اقتدار،اسمبلیاں اور حکومتی محلات قدرت اور عوام کے غیظ وغضب کے سامنے ریت کے گھروندے بننے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔میاں نواز شریف،زرداری اور جنرل مشرف کی مثالیں آپکے سامنے ہیں،غلامانہ خارجہ پالیسی کا طوق بھی مکمل طور پر پھینک دینا چاہئے،اور افغانستان میں پائیدار اور مستقل امن کیلئے خصوصی پالیسی تیار کرکے فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے،ختم نبوت کے مسئلہ پر آپ مغربی اور خصوصاً قادیانیوں کے دباؤ میں بالکل نہ آئیں ورنہ انجام نواز شریف سے زیادہ خطرناک ہوگا۔نئی حکومت کو ورثے میں تباہ حال معاشی بدحالی،کرپٹ حکومتی اداروں اور ساری سیاسی جماعتوں کی دشمنی کا بھی سامنا ہے۔ان تمام معروضی حقائق کی روشنی میں ''امید صبح'' کی تمنا کرنا ایک مشکل امر ہے۔خدا کرے کہ نئی حکومت ملک وملت کی ڈوبتی ناؤ کو بحرانوں سے بحفاظت نکال کر ساحل مراد تک پہنچا سکے۔

(قسط۶۶) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۶ کی ڈائری

نفاذ شریعت اسلام کے لئے متحدہ شریعت محاذ کا قیام اور
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اورمولانا سمیع الحق مدظلہ کی اس سلسلہ میں پارلیمانی مساعی

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزّ ہ وا قارب، اہل محلّہ وگردوپیش اورملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اوراسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس سلسلہ میں مانسہرہ کے اجتماع میں فرمایا

ہمارا مطالبہ اسلام پر عمل اور تنفیذ

میں اس ضعف اور پیرانہ سالی میں اس لئے گھر سے نکلا ہوں کہ مسلمانوں کو خبردار کردوں اوران سے اپیل کروں کہ وہ متحد ہوکر حکومت پر واضح کردیں کہ ہم صرف اسلام چاہتے نہیں بلکہ اس پر عمل بھی کروانا چاہتے ہیں اور ملک میں اس کو نافذ بھی کرنا چاہتے ہیں آج یہ مانسہرہ کا نہیں بلکہ تمام پاکستان کا اجتماع ہے اس میں کوہاٹ، بنوں، پشاور، لاہور اور کراچی سے بھی نمائندے شریک ہیں، میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ نفاذِ شریعت کی تحریک میں غفلت، تساہل اور خاموشی اور مداہنت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

مجھ سے بیعت کرنے کا تقاضا

آپ حضرات نے نفاذِ شریعت کیلئے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور مجھے یہ عزت بخشی، واقعہ یہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تاہم آپ میرے بزرگ ہیں اور میں نے بزرگوں کا حکم بجالایا اور اسی کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں اب اس کے بعد آپ کا اور تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر نفاذِ شریعت کی مہم شروع کردیں، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اسلام کو ترجیح دیں اسلام کی دعوت دیں اسلام کا ذکر کریں جیسے سلمان فارسیؓ سے کسی نے کہا کیا نام ہے؟ فرمایا، میرا نام اسلام ہے، کہا باپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا اسلام، کہا ملک کا نام کیا ہے؟ فرمایا اسلام۔

اسلام کے بارے میں کوئی تذبذب نہیں

ہمیں اسلام کے بارے میں کوئی تذبذب نہیں ہے اور آج جو نعرے لگ رہے ہیں جو خطرناک سیلاب آرہا ہے وہ اسلام کے خلاف ایک منصوبہ اور سازش ہے آپ سب متحد ہوکر حکومت پر واضح کردیں کہ ہم صرف اور صرف اسلام چاہتے ہیں آپ حضرات خود علماء ہیں آپ نے میرے ہاتھ پر بیعت کرکے مجھ پر بڑا بوجھ ڈال دیا ہے مگر اب آپ کو بھی ایک وعدہ کرنا ہوگا آپ وعدہ کریں اس کے بعد آپ کی زندگی اسلام کے نفاذ اور اجراء کے لئے وقف ہوگی اور جب تک مکمل نظام اسلام نافذ نہیں ہوجاتا آپ آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔

بہرحال میں تو ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا اور یہ پیغام دینے کے لئے کہ ہم ملک میں صرف اور صرف نظامِ اسلام کا نفاذ اور مکمل اجراء چاہتے ہیں اگر یہ واقعہ ہے اور آپ کے بھی یہی جذبات ہیں تو پھر عملی میدان میں کام کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

نفاذ اسلام کیلئے بیعت کی اہمیت

۱۳/اپریل ۱۹۸۶ء مدرسہ تحفیظ القرآن پارہوتی مردان میں شیخ الحدیثؒ کا خطاب

بیعت تحریک نفاذ اسلام اور توڑنے پر وعید

محترم بزرگو! بھائیو! علماء کرام اور فضلاء عظام! آپ مجھ ناچیز کے ہاتھ بیعت کررہے ہیں یہ بیعت تحریکِ نفاذ اسلام کیلئے ہے اور جب تک ہماری اندر جان موجود ہے، روح موجود ہے اس وقت تک ہم نفاذِ

اسلام کی تحریک مساعی اور کوشش جاری رکھیں گے اور جب تک جسم میں روح موجود ہے یہ جدوجہد جاری رہے گی ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غلبہ دین کیلئے صحابہؓ سے بیعت لی تھی فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبة:۱۱۱) بیعت ایک عہد ہے، ایک کوشش ہے، مسلسل جہاد کا وعدہ ہے فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح : ۱۰) جس نے بھی یہ عہد توڑا وہ گویا تباہی کے گڑھے میں جا گرا اس نے گویا خدا کا عہد توڑا۔

آپ حضرات خود مشائخ اور علماء کرام ہیں قوم اور ملک وملت کے رہنما ہیں آپ نے مجھے جو یہ عزت دی ہے، میں ہرگز اس کا اہل نہیں یہ آپ حضرات کی مربیانہ شفقت ہے، خداتعالیٰ ہمیں اس بیعت اور معاہدہ میں صادق اور سچا بنادے آمین، ہم ان شاء اللہ ہرممکن جانی، مالی، بدنی کوشش کریں گے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاں احیائے سنت کی اہمیت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مجدد اول ہیں اور اپنے وقت کے خلیفہ ہیں فرماتے ہیں اگر میرے بدن کو ایک ایک عضو کردیا جائے، میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں، میری بوٹیوں کا قیمہ بنادیا جائے مگر اس قربانی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہوجائے تو یہ قربانی میرے لئے آسان ہے اور سعادت ہے فرمایا میری سلطنت ختم ہوجائے میری زندگی لے لی جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ رہے۔

شریعت بل کی منظوری سے انحراف اور رکاوٹیں

ہماری اور تمہاری کامیابی یہ ہے کہ شریعت کی بالادستی اور دینِ اسلام کے اجراء کے لئے ہر قربانی دے سکیں، ہمارے سامنے لوگ اسلام اسلام کے نعرے لگاتے ہیں، حکومت نے اسلام کا ڈھنڈورا پیٹا مولانا قاضی عبدللطیف اور برخوردارم سمیع الحق نے ایوانِ بالا میں شریعت بل پیش کردیا مگر اس کی تائید اور شرعی نظام کی حمایت نہ حکومت کررہی ہے اور نہ سیاسی لیڈر۔

اسلام کے ٹھیکیدار حکمرانو! اب یہ صوبہ سرحد کا خلاصہ جمع ہے، پورے صوبے بلکہ پورے ملک کی نمائندگی یہ علماء کررہے ہیں یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے جو نفاذِ اسلام کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے وہ اسلام کب نافذ ہوگا بعض بدنصیب لیڈر ایسے بھی ہیں جو بدقسمتی سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر سمیع الحق اور قاضی عبدالطیف کا پیش کردہ شریعت بل حکومت نے منظور کرلیا تو ہم اسے تسلیم نہیں کریں گے۔

اہل حق اور اہل باطل کے درمیان تصادم

میرے محترم بزرگو! آج ہم نے وعدہ کیا ہے، اللہ سے، کہ نفاذ شریعت کے لئے جس قربانی کی

ضرورت پڑی دریغ نہیں کریں گے اور نفاذِ شریعت کیلئے تمام طریقے استعمال کریں گے، آج آپ حضرات یہاں مردان میں جمع ہوئے ہیں، پرسوں، مانسہرہ میں ضلع ہزارہ کے اکابر علماء اور دارالعلوم کے فضلاء جمع ہوئے تھے، ایک بڑا کنونشن ہوا تھا، کوہستان کے دور دراز پہاڑی علاقوں سے بڑے بڑے علماء تشریف لائے تھے اور مجھ ناچیز سے شریعت کے نفاذ کیلئے بیعت کی تھی، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علماء اور اہلِ حق نے فرنگی کا مقابلہ کیا اور آج تک علماء اہلِ حق اہل باطل سے برسرپیکار ہیں، اسلام کو خطرہ نہیں، ہمارے اور تمہارے ایمان کو خطرہ ہے۔

احیاء اسلام کیلئے اکابر اور فضلاء حقانیہ کی قربانی

اے علماء کرام، اے فضلاء عظام! آیئے دینِ اسلام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء کی کوشش کریں، جس طرح شاہ عبدالعزیزؒ نے قربانی دی، شاہ ولی اللہؒ نے قربانی دی شہدائے بالاکوٹ نے قربانی دی ہم بھی اس قربانی اور انکے نہج پر قربانی کیلئے تیار رہیں، آج بھی الحمدللہ علماء خصوصاً دارالعلوم کے فضلاء غفلت میں نہیں بلکہ اہل باطل سے مختلف محاذوں پر برسرپیکار ہیں یہ مولانا جلال الدین حقانی جو پچھلے دنوں زخمی ہوئے آپ ہی کے دارالعلوم کے فاضل ہیں جس طرح ملک بھر کے دینی مدارس میں فضلائے حقانیہ کام کررہے ہیں اس طرح جہاد افغانستان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے اور الحمدللہ کہ آج ہر مدرسہ، ہر محلّہ میں دارالعلوم کا کوئی نہ کوئی فاضل مصروف بخدمتِ دین ہے اور آج جو اسمبلی میں شریعت بل پیش ہوا یہ بھی فضلائے حقانیہ کی مساعی کا ثمرہ ہے، آپ حضرات عقل مند ہیں، دانا ہیں، ہوشیار ہیں اور سمجھدار ہیں، میں کمزور ہوں، بوڑھا ہوں، نظر بھی بہت کمزور ہے مگر جب یہ تصور دامن گیر ہوا کہ امت من حیث المجموعہ روبہ تنزل ہے، امت کی یہ زبوں حالی دیکھ کر غفلت کا احساس ہونے لگتا ہے کہ خدا کو ہم کیا منہ دیکھائیں گے کہ تیرے دین کی کیا خدمت کر کے لائے ہیں؟

شریعت بل کے نفاذ کی تحریک اور مطلقاً نفاذِ شریعت کے لئے علماء اور فضلاء کا فرض ہے کہ وہ قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں، میں پھر کہوں گا کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے اور تعصب میں آگئے ہیں، بے نظیر کی وزارت اور اقتدار کیلئے تائید کی ایک تحریک بھی شروع ہے، ہم بھی آخر میں عرض کریں گے کہ ہم نے شریعت بل کے سلسلہ میں بہت توانائی خرچ کی ہے اور اسے نافذ کرانے کے لئے ہر طرح سے کوشش کریں گے۔

سوشلزم،کمیونزم کا سیلاب اور اس کا سدّ باب

۱۶۔اپریل۱۹۸۶ء کو مدرسہ معراج العلوم بنوں میں شیخ الحدیث صاحبؒ کا خطاب

کلماتِ تشکر: محترم بزرگو! علماء کرام ،مشائخ عظام اور محترم دوستو! آپ حضرات کے سامنے تقریر کی ضرورت نہیں سمجھتا آپ خود علماء اور فضلاء ہیں ساری باتیں آپ کے سامنے کہہ دی گئی ہیں ایک دو باتیں عرض کردیتا ہوں ،آپ حضرات نے عظیم استقبال کی صورت میں مجھ ناچیز کی قدر افزائی کی ہے جس ولولہ، جوش ،خلوص اور محبت کا اظہار کیا ہے یہ خالص دین کا جذبہ ہے ،آپ حضرات علماء ہیں اور زیادہ تر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں آپ نے قدر افزائی کی ہے یہ خالص دین دوستی اور علم پروری ہے ورنہ میری کوئی حیثیت نہیں ۔

سوشلزم ایک عظیم فتنہ: آج اگر ایک طرف ارباب اقتدار دوغلی پالیسی اور منافقت کا عمل اختیار کئے ہوئے ہیں تو دوسری طرف سوشلزم کا عظیم فتنہ پھر سے بیدار ہوگیا ہے ایک طوفان ہے جس نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے یہ اجتماع جس میں کم سے کم پانچ ہزار علماء ہیں اور مجمع کی تعداد دس ہزار سے بھی زائد ہے، اس کے داعی عبدالحق کی کیا پوزیشن ہے، کیا حیثیت ہے میرے پاس کیا ہے؟ نہ دولت ہے، نہ وجاہت ہے، نہ جوانی ہے اور نہ صحت ہے ۔آج آپ بھی سوچ رہے ہیں اور تقریباً ہر مکان میں ہر گھر میں، گلی کوچہ میں فتنے کی آمد اور سوشلزم کے سیلاب کا تذکرہ ہے ،آپ کا اجتماع اس کا جواب ہے ،آپکے عزائم اور آپ کا ولولہ اس کے لئے مضبوط بند ہے ،آپ کے عظیم اجتماع نے ثابت کردیا ہے کہ ہم ارباب اقتدار کی دورنگی پالیسی کو ٹھکراتے ہیں اور دہریت ،کمیونزم اور سوشلزم کو بھی ٹھکراتے ہیں ایک مداری کے پیچھے احمقوں کی دنیا جمع ہوجاتی ہے ،آج ایک عورت کے پیچھے پوری قوم سرپٹ دوڑ پڑی ہے مگر یادرکھنا اس سے دین کا اور اسلام کا کوئی نقصان نہیں اسلام محفوظ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(الحجر:۹) خطرہ ہے تو ہمیں ہے، آپ کو ہے کہ ہمارا ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ ثابت کررہے ہیں کہ اس ملک کے مسلمان بغیر دینِ اسلام کے کسی چیز کو پسند نہیں کرتے ، الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہر میدان میں باطل کا مقابلہ کررہے ہیں، اللہ نے ان کے علم میں اور ان کے عمل میں برکتیں رکھ دی ہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے حاضری : آپ حضرات سے کافی عرصہ سے ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا،حفاظتِ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے اپنے فضلاء سے اور آپ حضرات علماء سے ملاقات کی سعادت حاصل ہورہی ہے، الحمد للہ کہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اوّل روز سے ایسے کارنامے انجام دے رہے ہیں جو ہر لحاظ سے نمایاں ہیں پاکستان کے اکثر دینی مدارس میں دارالعلوم ہی کے فضلاء مصروف درس ہیں تعلیم میں، تبلیغ میں، اشاعت دین میں تصنیف و تالیف میں سیاست میں اور جہاد میں پیش پیش

ہیں، جہادِافغانستان میں قیادت دارالعلوم کے فضلاء کے ہاتھ میں ہے، یہ مولانا جلال الدین حقانی مولانا دیندار حقانی مولانا یونس خالص یہ سب دارالعلوم کے روحانی فرزند ہیں، یہ دیکھئے! مولانا نصراللہ منصور موجود ہیں ان سے آپ پوچھ سکتے ہیں کہ جہادِ افغانستان میں دارالعلوم کے فضلاء کا کتنا حصہ ہے؟

شریعت بل کے خلاف اہل باطل اور منافقین کا اتحاد

حضرات علماء کرام! آج پھر مسلمانوں پر ملک پر اور اہل اسلام پر خطرناک اور نازک حالات آگئے ہیں شریعت بل کے خلاف باطل طاقتیں منظم ہو کر آگئی ہیں، سوشلسٹ، دہری، شیعہ اور مرزائی اس کو دبانے اور نامنظور کرانے کی تحریک چلا رہے ہیں، حکومت کو دھمکیاں دے رہے ہیں دوسری طرف حکومت، شریعت بل اور شرعی نظام کے نفاذ کے بارے میں تاخیری حربے استعمال کر رہی ہے اور پھر لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ تمہیں شریعت کا قانون چاہیے یا نہیں؟ حیرت ہے کہ پاکستان کس لئے بنا تھا، ریفرنڈم کس لئے ہوا تھا، الیکشن میں کونسا نعرہ تھا، یہ سب کچھ اسلام اور نظامِ شریعت کے نام پر ہوا مگر ابھی تک اسلام کے بارے میں کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی؟ ہم سمجھتے تھے کہ اسمبلیاں قائم ہوں گی تو سب سے پہلا کام اسلام کا نفاذ ہوگا مگر بدقسمتی سے علماء کم تعداد میں پہنچے اور باقی تو وہی ہیں جو اسلام کے ابجد سے واقف نہیں ہیں آج کہا جا رہا ہے کہ ہم نے مارشل لاء ہٹا دیا، ہنگامی حالات ختم کر دیئے، جلسہ جلوس کی اجازت دیدی، جمہوریت کا تحفہ دیدیا، مگر ہمیں اس سے کیا غرض؟ جس کام کے لئے تم نے ریفرنڈم کیا تھا، اسمبلیاں بنائیں، وہ تو اسلام کے نفاذ کیلئے تھیں، تو ہم پوچھتے ہیں یہ پانچ ہزار علماء پوچھتے ہیں، یہ کروڑہا مسلمان پوچھتے ہیں کہ تم نے اسلام کے نفاذ کے لئے کیا کیا؟

حکمرانوں کی وعدہ خلافی نے بے دینوں کو اکھٹا ہونے دیا

آج جو بے دینی کا طوفان آیا ہے، آج جو وطن توڑ دینے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں، آج جو صوبائی اور قومی تعصب کی لہر نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، آج جو بے دین قوتیں پھر اکھٹی ہوگئی ہیں، یہ سب اس لئے ہے کہ تم اسلام کے قانون کے نافذ کرنے کے جھوٹے وعدے کرتے رہے یہ اس بات کی سزا ہے کہ تم نے اسلام کے نام پر پاکستان بنایا مگر عملاً اس سے کنارہ کشی کی آپ جانتے ہیں میں کمزور ہوں، عوارض میں گھرا ہوا ہوں مگر میں چاہتا ہوں خریدارانِ یوسف میں نام لکھوادوں، مگر مرتے مرتے بھی جس بات کو حق سمجھتا ہوں، جس راہ کو درست پاتا ہوں وہ آپ پر واضح کر دوں، وہ حکومت پر واضح کر دوں، حق کا اعلان کر دوں تو یہ میرے لئے سعادت ہے

علماء فضلاء کا پیغام حکمرانوں کے نام: ان شاء اللہ اس ملک میں جمعیۃ علماء اسلام کی بات چلے گی اس ملک میں علماء کی اور حقانی فضلاء کی بات چلے گی، اس کے لئے آپ کو بڑی قربانیاں دینی ہوں گی، میں سی آئی

ڈی والوں سے کہتا ہوں کہ آج یہاں پانچ ہزار علماء جمع ہیں، ہر عالم اپنے اپنے شہر کا نمائندہ ہے۔ یہ سرحد کا نمائندہ اجلاس ہے تم صدر کو اور وزیر اعظم کو ہمارا پیغام پہنچادو کہ اس ملک میں ہم صرف اسلام چاہتے ہیں امریکہ والا اسلام نہیں، روس والا اسلام نہیں، صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا اسلام چاہتے ہیں۔

بوڑھا ہو کر جگہ جگہ جا کر صحابہؓ کی نقل اتارتا ہوں

میں اپنے فضلاء کی خدمت میں اور آپ حضرات علماء کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں ضعیف العمر ہوں اب چلنے پھرنے کے قابل نہیں مگر مجھے یہاں ایک جذبہ لایا ہے میں ہزارہ میں بھی گیا اور مردان میں بھی علماء کو دعوت دی اور ان سے بات کی، آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، میں بوڑھا ہوں مگر صحابہؓ سے دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ سیکھا ہے اب اسکی نقل اتارتا ہوں خیبر کی جنگ میں حضرت علیؓ کی آنکھیں دُکھتی تھیں مگر خیال آیا کہ دین کی نصرت کا وقت آپڑا ہے اسلام کو قربانی کی ضرورت ہے اور میں ٹھنڈی چھاؤں میں پڑا رہوں لہٰذا جذبہ صادقہ نے انہیں اٹھایا اور میدان جنگ میں لا کھڑا کیا اللہ کریم نے ان کے ہاتھ سے خیبر فتح کرادیا ہم بھی کمزور ہیں، گناہگار ہیں مگر کیسے خاموش بیٹھ سکتے ہیں جب دین کو ضرورت ہے تو اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟

حکمرانوں کو وارننگ جو صحیح ثابت ہوں

آپ دعا فرمادیں کہ اللہ کریم نصرت فرمادے اور دین کو غلبہ ہو مگر میں ارباب اقتدار پر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے، سوچ لو شریعت بل منظور کرکے بلا تاخیر نافذ کردو اگر اب بھی موقع گنوا دیا اللہ کی مہلت کو نہ سمجھا تو یاد رکھنا نہ تم ہوگے اور نہ تمہارا اقتدار، خود بھی تباہ ہوجاؤ گے اور قوم و ملک کو بھی تباہ کردو گے۔

ہدیہ خوش آمدید

۱۷۔اپریل ۱۹۸۶ء کو پشاور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم نے علماء کنونشن بلایا، سرحد بھر سے مشائخ اکابر علماء اور سینکڑوں فضلاء حقانیہ نے شرکت کی۔اس موقع پر مشہور صاحب قلم بزرگ مولانا مدارار اللہ مدرار نے حضرت شیخ الحدیث برکاتہم کی خدمت میں ہدیہ خوش آمدید کے عنوان سے فارسی نظم میں ایک ہدیہ سپاس پیش کیا جو یہ ہے:

اے قائد شریعت وملت خوش آمدید — اے قطب وقت پیر طریقت خوش آمدید

اے ''عبدِحق'' مجاہد اسلام مردِ حق — اے صاحب عزیمت وعظمت خوش آمدید

از ما قبول باد تحیات احترام — با تحفہ سلام مودّت خوش آمدید

رفت ست صیتِ فضل و کمالت بہ بحروبر　　اے حاملِ علوم نبوت خوش آمدید
عزم شماست خدمت و ترویج دین حق　　باشید کامیاب وسلامت خوش آمدید
ما بیعتِ جہاد بدست تو کردہ ایم　　اے میرِ کاروان شریعت خوش آمدید
گوئم بہ رفیقان شما خیر مقدم　　باصد خلوص ولطف ومحبت خوش آمدید
مقصود شما سمت قبلہ راست کردن است　　اے راہروان جادۂ سنت خوش آمدید
مارا قبول نیست جز نظام مصطفیٰ　　این ہست عزم و جذبہ ملت خوش آمدید
قرباں کنم جاں زنظام محمدیؐ　　ردکردہ ایم غیر شریعت خوش آمدید
یار ب نگاہ دراز ہر شر دیار ما　　روشن بکن ہنوز ِ شریعت وقار ما

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی قیادت میں پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق دامت برکاتہم جو متحدہ شریعت محاذ کے داعی اور کنوینر بھی ہیں کی خصوصی دعوت پر 29 جون کو 12 مذہبی وسیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے علاوہ سینٹ ،قومی اور صوبائی اسمبلی کے اسلام پسند ارکان اور ملک بھر سے اکابر علماء ومشائخ کا جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ دراصل یہ تجویز وتحریک احقر سمیع الحق کی تھی ۔سفرِ مصر وغیرہ سے قبل حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم ،کے مشورہ سے دعوت نامے جاری کردئے ۔مقررہ تاریخ سے ایک روز قبل سفر مصر وغیرہ سے واپسی پر اجلاس میں شرکت کی ۔جس کے نتیجے میں متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہوئی ۔اسی اجلاس میں محاذ کے رہنماؤں نے متفقہ طور پر ۷/جولائی کو نویں ترمیمی بل اور شریعت بل کے منوانے اور مکمل نفاذ واجراء کے سلسلہ میں قومی اسمبلی کے ہال کے سامنے ایک عظیم احتجاجی مظاہرہ کرنے کا اعلان کردیا۔ وقت اور وسائل کی قلت کے باوجود الحمدللہ متحدہ شریعت محاذ کے کنوینر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم اور شریعت محاذ کے تمام رہنماؤں کی اپیل پر قوم نے متفقہ طور پر لبیک کہا۔

۷/جولائی کو نظام شریعت کے پروانوں اور توحید کے متوالوں نے صبح سویرے اسلام آباد پہنچنا شروع کیا۔ 10 بجے تک اسلام آباد کی وسیع سڑکوں پر دنیائے انسانیت کا گویا ایک سیلاب تھا جو امڈ آیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ حکومتوں کی رکاوٹوں اور شدید بارش کے باوجود ومظاہرین قومی اسمبلی ہال تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے ۔مظاہرین میں زیادہ تر مشائخ ،علماء وکلاء اور طلبا کے علاوہ متشرع حضرات نے شرکت کی ۔جلوس آخر تک پروقار رہا۔تین گھنٹے تک مسلسل بارش میں قائدین خطاب کرتے رہے ۔اس طرح یہ مظاہرہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی اختتامی تقریر اور دعا پر ختم ہوا۔

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

ایام حج کے فضائل، مسائل اور اعمال

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم أما بعد فاعوذ باالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم قال الله تبارك وتعالىٰ :وَالْفَجْرِ ـ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ـ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ـ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ـ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ـ(الفجر :١تا ٥)

''قسم ہے (فجر کے وقت کی)اور(ذی الحجہ کے) دس راتوں کی اور جفت و طاق کی اور قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی گذرنے لگے) کیوں اس (قسم مذکور) میں عقل مند کے واسطے کافی قسم بھی ہے''

میرے محترم دوستو! رمضان المبارک گذرنے کے بعد شوال اور پھر ذی القعدہ اور اسکے بعد دس دن ذی الحجہ کے بہت اہمیت کے حامل ہیں ۔ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس قدر شدید گرمی اور لو میں پورے ۲۹ دن کے روزے رکھے جو خداوندقدوس کی مہربانی اور توفیق ہی سے اختتام پذیر ہوئے اگر اللہ ہمیں سخت بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی توفیق نہ دیتا تو ہم ہرگز اس عظیم عبادت یعنی رمضان شریف کے روزے نہ رکھ سکتے

ادائیگی حج کے تین مہینے

بہرحال بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اندر ایک عجیب ترتیب رکھی ہوئی ہے کہ سب سے پہلے رمضان لائے اور اس مبارک مہینے میں ۳۰ یا ۲۹ دن کے روزے فرض فرمادئے جسکی ادائیگی سے گویا روح انسانی کی تنقید وتطہیر ہوگی اور روح اس قابل ہوگیا کہ وہ باقی آنے والے عبادات یعنی حج، قربانی وغیرہ عبادات آسان اور لگن کے ساتھ ادا کریں اور حصول رضائے مولا کیلئے کوشاں اور مستعد رہیں یعنی وجہ یہ ہے کہ رمضان ختم ہوتے ہی شوال المکرّم حج کا مہینہ شروع ہوگیا چونکہ حج کی ادائیگی کے تین ہی مہینے ہیں شوال، ذی القعدہ، اور ذی الحجہ اگر چہ حج کے مخصوص ارکان تو ذی الحجہ میں ادا ہوتے ہیں لیکن حج کے لئے احرام باندھنا شوال سے جائز اور مستحب ہوجاتا ہے لہذا اگر کوئی مسلمان حج کو جانا چاہے تو اس کے لئے شوال کی پہلی تاریخ سے احرام حج باندھنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے اختتام رمضان پر بطور شکرانہ صدقہ فطر لازم قرار دیا اور دوسری عبادت اختتام حج پر قربانی فرض قرار دی گئی ،یہ دونوں عبادتیں یعنی صدقہ الفطر اور قربانی شکرانے کے طور پر ہم مسلمان ادا کررہے ہیں اور اسی طرح دوگانہ عیدین بھی رمضان اور حج کے ادا کرنے

کے لئے شکرانہ ہیں۔

ذی الحجہ کی فضیلت

میرا مقصد ذی الحجہ کی فضیلت اور اس کے اندر جو عبادتیں ہوتی ہیں تم کو آگاہ کرنا ہے ذی الحجہ کی دس راتیں نہایت فضیلت اور شرف و بزرگی کی حامل ہے قرآن کریم میں ان دس راتوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے قسم کھانے کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ خدا کی باتوں میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہے، بلکہ جہاں اس طرح کی کوئی قسم کا قرآن پاک میں ذکر ہوتا ہے اس سے مراد مقسم بہ (جس چیز پر قسم کھائی ہے) کی منزلت ومرتبہ وشرافت معلوم ہوتی ہے ،ایک اور جگہ ارشاد ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ یہاں بلد سے مراد مکہ مکرمہ ہے جو یقیناً محترم اور مشرف شہر ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (التین ۱۔۳) انجیر اور زیتون کی درخت اور بلد امین پر قسم کھا کر ان تینوں کی عظمت وشرافت کو اشارہ کرنا ہے۔

ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں

اللہ پاک نے ذی الحجہ کی ان ابتدائی دس راتوں کی قسم کھائی ہے جو عظمت اور شرافت کی حامل ہیں اور خود نبی کریم ﷺ نے بھی ان دس راتوں کی عبادت کی فضیلت یوں ارشاد فرمائی ہے:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما من ایام احب الیٰ اللّٰه ان یتعبد له فیها من عشرذی الحجه یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة (الترمذی: باب الحج)

’’حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کے اعمال دوسرے دنوں میں اتنے محبوب نہیں جتنے ان دس دنوں میں محبوب ہیں اسمیں ایک دن کا روزہ رکھنا ایک سال روزوں کے برابر ثواب رکھتا ہے‘‘

یہاں تعبد کا لفظ آیا ہے جس سے مراد صرف روزے رکھنا نہیں بلکہ تمام عبادات ہیں خواہ صدقہ ہو نفلی عبادت ہو یا ذکر وتسبیح، اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان دس راتوں میں سے ایک رات کی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے اور ان ایام کی اس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ عبادتیں جو سال کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتیں ان کی انجام دہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ایام کو منتخب فرمایا ہے مثلا حج ایک ایسی عبادت ہے جو ان مخصوص دنوں کے علاوہ کسی اور مہینہ میں ادا نہیں ہوسکتی برخلاف دوسری عبادتوں کے ،دوسری عبادتوں کا یہ حال ہے کہ انسان فرائض کے علاوہ جب چاہے جتنا چاہے نفلی عبادت

کرسکتا ہے اس طرح رمضان میں روزہ فرض ہے لیکن نفلی روزہ ایام رمضان کے علاوہ وہ جب چاہے رکھ سکتے ہیں، زکوٰۃ پورے سال میں ایک مرتبہ فرض ہے، مگر نفلی صدقہ جب چاہے ادا کردیں، لیکن دو عبادتیں ایسی ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر فرمایا ہے جب وہ مخصوص وقت گذر جاتا ہے ان کی ادائیگی کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے پھر اگر ان عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی شمار نہیں ہوگی۔

ارکان حج

ان میں ایک عبادت حج ہے حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جاکر ٹھہرنا مزدلفہ میں رات گذارنا، جمرات میں رمی کرنا وغیرہ یہ وہ اعمال اور افعال ہیں کہ اگر ان ایام میں انجام دی جائیں تو ٹھیک ہے اور عبادت ہے اس کے گذرنے کے بعد اگر کوئی شخص گیارہ مہینے عرفات میں ٹھہرا رہے لیکن یہ کوئی عبادت نہیں اور نہ کوئی اجر وثواب ہے اور اگر اس کو عبادت سمجھے تو وہ شخص گنہگار رہے گا، کیونکہ وہ زمانہ ہی گذر گیا جو عرفہ کے قیام کا تھا جمرات سال بھر اگر ایک شخص جاکر ان کو کنکریاں مارتا ہے تو یہ کوئی عبادت ہی نہیں تو حج جیسی اہم عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی ایام عشرہ کو مقرر فرمایا ہے۔

قربانی کی فضیلت

دوسری عبادت قربانی ہے قربانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین دن ذی الحجہ کے مقرر فرمائے ہیں یعنی دس گیارہ اور بارہ تاریخ ان ایام کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو وہ قربانی نہیں رہے گی البتہ صدقہ محض رہ جائے گا، اور قربانی کرنے کے عظیم ثواب سے محروم رہے گا اس وجہ سے علمائے کرام نے لکھا کہ احادیث کی روشنی میں رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے ایام عشرہ ذی الحجہ کے ایام ہیں ان میں عبادتوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ایام میں اپنے بندوں پر خصوصی رحمتیں نازل فرماتا ہے اب ان ایام کے اندر کچھ اعمال ہمارے مشروع ہوئے ہیں جن کا بجالانا ثواب کا کام ہے۔

بال وناخن نہ کاٹنا

ان میں ایک عمل جو مستحب ہے اور یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس لئے اسکی رعایت رکھنے پر ثواب ملے گا اور وہ ہے ان ایام میں بال اور ناخن نہ کٹوانا یعنی جب ذی الحجہ کا چاند نظر آئے تو جو لوگ قربانی کرنا چاہتے ہیں انہیں مستحب ہے کہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹیں اسمیں چونکہ ایک گنا مناسبت مشابہت پیدا کرنا ہے حجاج کرام کیساتھ امام ابن ماجہ نے حدیث ذکر کرتا ہے:

من اراد ان یضحی فلایأخذ فی العشر من شعرہ واظفارہ......الخ (ابن ماجہ)

''یعنی تم میں سے اگر کوئی قربانی کا ارادہ کریں تو وہ ان دس ایام میں بال و ناخن نہ کاٹیں''

بال و ناخن نہ کاٹنے کی حکمت

یہ حکم بہت عجیب وغریب معلوم ہورہا ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے حج کی ایک عظیم الشان عبادت مقرر فرمائی اور الحمد للہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس عبادت سے بہرہ اندوز ہورہی ہے اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ گویا بیت اللہ کے اندر ایک ایسا مقناطیس لگا ہوا ہے جو لوگوں کو چار دانگ عالم سے کھینچ رہا ہے اور فرزندان توحید ٹھاٹے مارتے ہوئے سمندر کی طرح جمع ہورہے ہیں اور ان لوگوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کا حکم ہورہا ہے جو اس سعادت سے سرفراز ہورہے ہیں ان حضرات کے لئے یہ حکم ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی طرف جائیں تو وہ بیت محرم کی وردی یعنی احرام پہن کر جائیں اور پھر احرام کے اندر شریعت نے حجاج کرام پر بہت سی پابندیاں عائد کردی مثلاً کوئی حاجی سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا منہ نہیں ڈھانپ سکتا وغیرہ ان میں سے ایک پابندی بال اور ناخن نہ کاٹنا بھی ہے۔

حجاج کی مشابہت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کرم رحمت اور مہربانی کو متوجہ کرنے کیلئے ہم سب مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ حجاج بیت اللہ سے کچھ مشابہت اختیار کرلوں اور تھوڑی مشابہت اپنے اندر پیدا کرلوں جس طرح وہ بال نہیں کاٹتے، یہ دس دن تم بھی اپنے بال اور ناخن نہ کاٹو اسلئے تو فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم خدا کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے اگر حجاج کی مشابہت کی وجہ سے ہم گنہگاروں پر نظر کرم فرمائے۔ ہمارے بزرگ حضرات فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بہانہ ڈھونڈتی ہیں جب کہ وہ ہمیں یہ حکم دیتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حجاج کرام کے ساتھ ساتھ ہمیں اس کا کچھ حصہ عطاء فرمانا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ میدان عرفات پر حجاج کرام کے لئے اپنا بے بہا اور بے تحاشا رحمت کا نزول فرماتا ہے تو کیا بعید ہے کہ وہ ہم پر بھی رحمت کا کچھ حصہ نازل فرماتا ہے: وماذلك علىٰ الله بعزيز۔

یوم عرفہ کی فضیلت

محترم سامعین! دوسری چیز جو ان یام مبارکہ میں ہمیں کرنا ہے وہ عرفہ کے دن کا روزہ ہے چونکہ میں نے پہلے عرض کردیا کہ ان ایام میں عبادت کا اجر زیادہ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ان ایام میں ایک یوم کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی رات کی برابر ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گویا مسلمان بندہ جو بھی عبادت کرسکتا ہے خواہ ذکر اذکار ہو تہجد ہو یا نفل

کی نماز ہو، تلاوت قرآن پاک ہو یا وظائف ودعا ضرور کرلے اور ۹ ذی الحجہ کا دن عرفہ کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کرام کیلئے عظیم عبادت یعنی وقوف عرفہ تجویز فرمایا اور ہمارے لئے اس روز نفلی روزہ مقرر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

صوم یوم عرفه احتسب علیٰ الله تعالیٰ ان تکون کفارة لسنة قبلها وسنة بعدها(ابن ماجه :کتاب الصیام)

''عرفہ کے دن کا روزہ رکھے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور اس کے ایک سال بعد کے گناہ کا کفارہ ہوجائیں گا''

یہاں پر ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس طرح کی حدیثیں سن کر ہم مطمئن ہوکر آرام سے بیٹھ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جب سب گناہ معاف ہونگے تو اب عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یا بالفرض اگر گناہ کبیرہ بھی کردے تو وہ بھی بعض نیک اعمال کرنے کی وجہ سے معاف کردئے جاتے ہیں مثلاً جو حدیث میں آیا ہے کہ وضوء کے وقت بندہ مومن جو بھی عضو دھوتا ہے اس کے دھونے سے اس عضو سے کئے ہوئے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اسی طرح حدیث میں آیا ہے من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه جو مسلمان بندہ ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان شریف کا روزہ رکھے اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اس طرح کی روایات سے مراد باتفاق علماء کرام صغیرہ گناہ ہے کبائر کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ وہ دو قسم کے ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد،

حقوق اللہ: مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے میں غفلت آئی ہے یا کمی بیشی کی ہے وہ تو کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں لیکن شرط اس کیلئے بھی سچی توبہ ہے اور سچی توبہ کے بارے میں بار بار بتا چکا ہوں۔

حقوق العباد: بندوں کے حقوق کی عدم ادائیگی ہے مثلاً کسی کا حق دار ہے کسی کا حق دبایا ہے کسی کا مال ہڑپ کرلیا یا کوئی چیز چوری کرلی ہے وغیرہ اس کے معاف ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے صاحب حق سے معافی مانگے اگر اس نے بخش دیا تو فبہا ونعمت ورنہ خدا وند قدوس بھی حق العبد معاف نہیں کرتا بس جب احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے اس سے اس سے مراد چھوٹے اور صغیرہ گناہ ہے۔

تکبیرات تشریق

دوسرا حکم عرفہ کا روزہ رکھنا ہے اور تیسرا عمل ان ایام کے اندر تکبیرات تشریق کا پڑھنا ہے جو عرفہ کے دن نماز فجر سے شروع ہوکر ۱۳ تاریخ کی عصر تک جاری رہتی ہے یہ تکبیرات ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں الله اکبر الله اکبر لااله الاالله والله اکبرالله اکبر ولله الحمد

۔مردوں کیلئے بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے اور آہستہ آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے ان تکبیرات کا اصل مقصد شوکت اسلام کا مظاہرہ کرنا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مسجد میں اس تکبیرات کے نعرہ مستانہ سے گونج اٹھے لہٰذا اس کو بلند آواز سے کہنا ضروری ہے اس لئے تو عیدالاضحیٰ کی نماز کے لئے جاتے ہوئے راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا ضروری ہے اور یہ مسنون طریقہ ہے البتہ عیدالفطر کے موقع پر آہستہ آواز سے کہنی چاہئے۔

ایک بات یاد رکھو یہ تکبیرات تشریق خواتین کے لئے بھی مسنون ہیں اسمیں بڑی کوتاہی ہوتی ہے خواتین میں اس کا رواج بہت کم ہے بلکہ اکثر خواتین کو یہ مسئلہ معلوم تک نہیں اگرچہ خواتین پر وجوب کے بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں بھی 13 تاریخ تک یہ تکبیرات پڑھتی رہیں ،البتہ خواتین کے لئے آہستہ آواز سے پڑھنا چاہئے اور یاد آوری کیلئے یہ لکھ کر دیوار پر آویزاں کریں، تاکہ انہیں یاد آجائیں ،اور پھر چوتھا اور سب سے افضل عمل جو اللہ تعالیٰ نے ایام ذی الحجہ میں مقرر فرمایا ہے وہ قربانی کا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض اعمال مقررہ ایام کے علاوہ انجام نہیں دیے جاسکتے ،صرف ان ہی ایام میں ادا ہوسکتے ہیں ۔ان میں سے ایک عمل قربانی کا بھی ہے یہ بھی مقررہ ایام یعنی ۱۰،۱۱،۱۲ تاریخ کو انجام دیا جاسکتا ہے اس کے بعد چاہے جتنے جانور بھی ذبح کردے جائیں لیکن قربانی نہیں ہوگی فرض ذمے سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ ترک کرنے سے بندہ گنہگار ہی ہوگا لہذا حج ،قربانی ،تکبیرات تشریق یہ سب وہ اعمال ہیں جو ان دنوں کے علاوہ کسی اور وقت میں انجام نہیں دئے جاسکتے۔

ثواب وعدم ثواب

سامعین محترم ! اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی حقیقت سمجھانا چاہتے ہیں کہ حقیقت میں دین وہ ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے۔خود نہ تو کسی عمل میں کچھ رکھا ہے نہ کسی جگہ میں اور نہ کسی وقت اور زمانے میں بلکہ اگر کوئی عمل قبول ہے تو تب جب اللہ تعالیٰ اس سے کرنے کا حکم فرمادیتا ہے یا اگر کوئی جگہ تبرک اور عظمت والی ہو تو تب ہے جب اللہ تعالیٰ اس برکت والی کہے اور اللہ تعالیٰ کیساتھ اس کی نسبت آجائے ۔زمانہ اگر تبرک اور شرف والا ہے تو تب جب اللہ اسے شرف والا کہے اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے کا حکم فرمائے تو وہ کام ثواب رکھتا ہے اور اگر کسی عمل کرنے سے روکے تو پھر اسکے کرنے میں کوئی ثواب نہیں۔

مثلاً میدان عرفہ کو لیجئے! یہ ایک بنجر زمین ہے یہاں کوئی میوہ دار درخت یا حسین وجمیل درخت نہیں لیکن ۹ ذی الحجہ کے علاوہ ۳۵۹ دن وہاں گذارے جائیں پھر بھی قیام عرفہ کا ثواب نہیں ملے گا ،حالانکہ وہی میدان جبل رحمت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عام دنوں کے وقوف کرنے کو نہیں کہا جب اس نے اس نو ذی

الحجہ کو فضیلت بخشی ہے ،تو ۹ ذی الحجہ ہی عبادت کا دن ہوگا اسی طرح اگر کوئی بندہ عرفہ کے دن میدان عرفات کے باہر قریب کچھ فاصلے پر ساری رات ہی وقوف کرے اور حدود عرفات سے تھوڑے فاصلے پر ہے لیکن ثواب کچھ نہیں ملا الٹا یہ ہوا کہ حج دوبارہ کرنا ہوگا آمدم برسر مطلب کہ نہ تو عمل میں کچھ ہے نہ ہی کسی مکان میں اور ہی کسی زمان میں کچھ فضیلت بزرگی اور شرافت ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان کی وجہ سے یہی اصل دین ہے صراط مستقیم ہے ایک اور بات سمجھاتا ہوں وہ یہ کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کی فضیلت دیگر مساجد میں ایک لاکھ نمازوں کی برابر ہے اب کوئی حاجی بھی اس فضیلت کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ،لیکن جب ۸ ذی الحجہ کی تاریخ آجاتی ہے ،تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوتا ہے کہ اب تم ایک نماز کا ایک لاکھ ثواب چھوڑ کر منٰی کی گھاٹیوں میں جا کر پتھریلی زمین پر جا کر پڑاو ڈالو،اور آٹھ ذی الحجہ کی ظہر سے لیکر ۹ ذی الحجہ کی فجر تک وقت یہاں منٰی میں گذارو،اگر ہم غور کریں تو حاجی کا منٰی میں کچھ کام نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اب یہ سب کچھ عبادت ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ اور نافرمانی ہے مطلب یہی ہوا کہ اس کے حکم کے ذریعے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو ثواب جس عمل یا جس وقت میں ہے وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے ہے اگر کوئی احمق یہ سوچے کہ منیٰ میں تو کچھ کام نہیں چلو یہ پانچ نمازیں مسجد حرام میں ہی پڑھ لوں گا ،تو اس شخص کو ایک نماز لاکھ نمازوں کا ثواب تو کیا ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملے گا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی ۔

قربانی کی حکمت و مصلحت

قربانی کا جانور ذبح کرنا بھی کچھ اس طرح ہے اگر کوئی کہے کہ جانور ذبح کرنے میں کیا حکمت اور مصلحت ہے ،فضول خرچی اور جانوروں کا ضیاع ہے دولت اور پیسہ خرچ کرنا ہے اس کے بجائے اگر یہ مال اور غریبوں مسکینوں اور بیواؤں پر خرچ کیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا لیکن ہم حکم خداوندی میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش نہیں کرتے ان دنوں میں سب سے بڑی عبادت قربانی کا خون ہے، جو زمین پر گر جاتا ہے ،اور اس دن یعنی یوم النحر کا بہترین عمل اہراق الدم خون بہانا ہے حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے :

عن عائشہؓ ان النبی ﷺ قال ما عمل ابن آدم یوم النحر عملا احب الی اللّٰہ عزوجل من ھراقة الدم وانه لیاتی یوم القیامة یقرونھا واظلا فھاواشعارھا وان الدم لیقع من الله بمکان قبل ان یقع علی الارض فطیبو بھا نفسا (ابن ماجه ص ٢٢٦ باب الثواب الاضحیه)

”ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ عید قربانی کے دن ابن آدم کا کوئی عمل قربانی

سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں قیامت کے دن قربانی کے جانور کے سینگ، بال تک
اعمال حسنہ کو بھاری کرینگے اس کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ
کے ہاں مقبول ہوجاتے ہیں، تو طیب نفس اور خوشی سے قربانی کرتے رہو"

چونکہ یہاں بہانا ہی خداوند کا محبوب ترین عمل ہے لہٰذا اس کے بجائے مسکینوں غریبوں پر رقم خرچ کرنا قربانی کا خون بہانے کے قائم مقام ہرگز نہیں ہوسکتا بس ہمیں خداوند تعالیٰ کا حکم کا ماننا ہے جو اصل ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

قربانی کا سبق

اب آخری بات گزارش کرنی ہے وہ یہ کہ قربانی ہمیں کیا سبق دیتی ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حج کی پوری عبادت اور ادائیں گویا دیوانگی ہے یہاں عقل کی تدبیر میں کوئی ترکیبیں نہیں چلتیں، یہیں دیوانگی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اسی دیوانگی کا اس نے حکم دیا ہے پس سب سے اچھی عبادت یہی ہے لاکھوں کروڑوں جانور ذبح ہوتے ہیں ندی نالیاں خون سے بھر جاتی ہیں لیکن عقل کے سانچے میں جو چیزیں ہم نے بٹھا رکھی ہے اور جو سینے میں بت بسا رکھے ہے ان کو توڑنا ہے اور اس بات کا ادراک پیدا کرنا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ماننے میں ہے قربانی کا سارا فلسفہ بھی یہی ہے، اسلئے قربانی کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا، اور یہ لفظ قربان سے نکلا ہے اور لفظ قُرْبان قرب سے نکلا ہے، تو گویا قربانی کے معنی ہوئے کہ ہر وہ چیز جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے اور اس سارے عمل میں یہ بتایا جارہا ہے، کہ ہمارے حکم کا اتباع کرنا ہی اصل دین ہے جب ہمارا حکم آجائے تو اس کے بعد عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع ہے نہ حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع باقی رہتا ہے ایک مومن مسلمان کا کام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے تو اپنا سر تسلیم خم کرے اور اس حکم کا اتباع کرے جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے بلا چوں وچراں حکم خداوندی کے سامنے سر جھکایا اور اسی طرح آپ کے فرزند ارجمند نے سر تسلیم خم کیا فرمایا فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (الصٰفٰت: ۱۰۳) یعنی جب باپ بیٹے دونوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور بیٹے کو ماتھے کے بل گرایا تا کہ اسے ذبح کرے ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے اسکی کوئی مصلحت نہیں پوچھی عقل کی کسوٹی پر یہ حکم پورا نہیں اترتا کوئی عاقل اس سے اچھا نہیں سمجھے گا لیکن احکام خداوندی میں عقل نہیں چلتا بس یہی فلسفہ ہوا کہ جو حکم احکم الحاکمین ارشاد فرمائیں، اس سے بلا چوں وچراں مان لیا جائے کہ یہیں کامل ایمان کا تقاضہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کما حقہ دین اسلام پر چلنے اور اسلام کے تمام احکامات کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا انیس الرحمٰن ندوی *

زیرزمین عظیم الشان سمندر کی دریافت
احادیث اور جدید سائنسی تحقیقات کے روشنی میں ایک مطالعہ

جون ۲۰۱۴ میں سائنسدانوں نے کرۂ ارض کے سلسلے میں ایک اہم دریافت پیش کرتے ہوئے اس کا اعلان کیا کہ انہوں نے زمین کی بے انتہاء گہرائیوں میں یعنی غلاف ارض (سطح زمین سے سیکڑوں میل نیچے) عظیم الشان سمندروں کے موجود ہونے کا پتہ لگالیا ہے، جو کرۂ ارض کے سمندروں کے حجم سے تین گنا زیادہ بڑا ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم سائنسی تحقیق ہے جو سائنسی دنیا کے لئے چونکا دینے والی تو ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ خبر اسلامی فکر وفلسفہ کی دنیا میں بھی خاصی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ اس سے اسلامی فلسفہ کائنات کے کئی اہم راز فاش ہوتے ہیں اور اس کی صداقت پر نئے دلائل فراہم ہوتے ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق، یہ نئی تحقیق زمین کی تخلیق کے کئی اہم رازوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ ان کے مطابق یہ تحقیق 'کرۂ ارض' کے تشکیل پانے کے نظریہ کو یکسر بدل کر رکھ دے گی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس جدید سائنسی تحقیق کے دو پہلو ہیں: پہلا اس زیرزمین سمندر کا محل وقوع اور دوسرا اس زیرزمین سمندر کا ہمارے سمندری پانی کے مأخذ ہونے کے تعلق سے۔ لہٰذا ہم یہاں ان دونوں پہلوؤں پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کریں گے۔

زیرزمین سمندر کے وجود کی پیشین گوئی احادیث میں

اس سلسلے کا پہلا نقطہ اس زیرزمین سمندر کا نفس وجود اور اس کا محل وقوع ہے کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے موجود ہونے کی پیشین گوئی واضح طور پر احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ لہذا اس سلسلے میں وارد بعض روایات حسب ذیل ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا، وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا۔" (مصنف ابن ابی شیبۃ، :۱۳۹۴)

---

* جنرل سکریٹری، فرقانیہ اکیڈمی وقف، وایڈیٹر دو ماہی تعمیر فکر، بنگلور-۲۹، انڈیا

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر۔'' (سنن اَبی داوٗد، ۲۴۸۹؛ مستدرک حاکم، ۸۷۶۲ وغیرہ)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: "۔۔۔ إِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا ثُمَّ مَاءً ثُمَّ نَارًا۔"

عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں سمندر کے نیچے آگ ہے پھر پانی ہے پھر آگ ہے۔''

ان دو روایات میں پہلی روایت حدیث مرفوع (وہ قول یا فعل جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو) ہے جبکہ دوسری روایت حدیث مقطوع (وہ قول یا فعل جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو) ہے۔ یہ دونوں احادیث اپنی معنویت میں دو اور دو چار کی طرح واضح ہیں۔ پہلی حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہمارے سمندروں کے نیچے آگ ہے اور پھر اس آگ کے نیچے سمندر ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس پر ایک اور اضافہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے، آگ کی نیچے پھر سمندر ہے اور پھر اس دوسرے سمندر کے نیچے آگ ہے۔ ہمارے کرۂ ارض کے اندرون کے متعلق احادیث نبوی کے یہ انکشافات اس دور کے ہیں جبکہ انسان ان حقائق سے کلی طور پر ناواقف تھا کہ کرۂ ارض پر نظر آنے والے سمندر اپنے اندر کیا کچھ سموئے ہوئے ہیں؟ ان کی گہرائی کتنی ہے؟ سمندری فرش کے خصائص اور اس کا جغرافیا کیا ہے؟ ان حقائق سے دور رسالت کے لوگ ہی نہیں بلکہ بیسویں صدی تک انسان کلی طور پر ان سے ناواقف تھا۔ اس سلسلے کی تمام تحقیقات بیسویں اور اکیسویں صدی کی ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں مختصراً اس پر بحث کرتے ہیں۔

سمندر کے نیچے آگ

سمندر کرۂ ارض کے تقریباً ۷۰ فیصد حصہ کو گھیرے ہوئے ہیں، جبکہ اس کا بقیہ تقریباً ۳۰ فیصد رقبہ براعظمی حصہ پر مشتمل ہے۔ مگر روئے زمین پر پائے جانے والے یہ سمندر کتنے گہرے ہیں؟ اور ان کے نیچے کیا کچھ موجود ہے؟ ان سوالوں کے جوابات سے جس طرح قدیم انسان ناواقف تھا اسی طرح دور حاضر کا انسان بھی ماضی قریب تک تقریباً اس سے نابلد تھا۔ اس کے متعلق اب بھی انسان کی معلومات انتہائی محدود اور ناکافی ہیں، اس لئے کہ صرف چند سو یا ہزار میٹر کی گہرائی کے بعد سمندری حصہ انسان کے بلاواسطہ direct تجربہ اور مشاہدے سے پَرے ہے۔ لہٰذا سمندر کی گہرائیوں اور اس میں موجود اشیاء کے متعلق انسان کا زیادہ تر علم آج بھی بالواسطہ indirect ہے۔ انیسویں صدی میں سائنسدانوں نے پہلی مرتبہ قیاس و اندازے سے سمندروں کی اوسط گہرائی کا پتہ لگایا کہ وہ تقریباً چار کلومیٹر ہے، جس کی تصدیق بیسویں صدی کی سونار sonar ٹیکنالوجی کے ذریعہ کی گئی۔

سونار ٹیکنالوجی (آواز کی لہروں کے ذریعہ گہرے سمندروں کا مطالعہ) کے ذریعہ پہلی مرتبہ

انسان نے بیسویں صدی میں سمندری فرش کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا سارا سمندری فرش آتش فشانی الاصل لاوے lava سے تشکیل پایا ہے۔اس کے بعد کی مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ پورے سمندری فرش پر زیر آب آتش فشانی سرگرمیاں مستقل طور پر جاری ہیں، جو سمندری پانی کے بے انتہا وزن تلے دب کر وہیں رہ جاتے ہیں اور سطح سمندر کے اوپر نمودار نہیں ہوتے۔لہٰذا ایک اندازے کے مطابق سمندری فرش پر دس لاکھ (ایک ملین) آتش فشاں سرگرم ہیں جن میں تقریبا ۷۵ ہزار سمندری فرش پر ایک کلومیٹر سے زائد تک بلند ہوتے ہیں۔سمندری فرش پر لاکھوں کروڑوں سال سے انہیں آتش فشانی سرگرمیوں کے جاری رہنے اور وہاں آتش فشانی الاصل لاوے کے جمع ہوجانے کی وجہ سے پورے سمندروں میں ایک عظیم الشان سلسلہ وار آتش فشانی پہاڑ تشکیل پاچکا ہے جو تقریبا ۸۰ ہزار کلومیٹر لمبا ہے۔(اسکی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "زلزلوں کا اسلامی فلسفہ")

اس طرح پورا سمندری فرش دہکتے ہوئے لاوا سے تشکیل پایا ہے اور وہ اب بھی مستقل طور پر تشکیل پارہا ہے۔بیسویں صدی کی ان سائنسی تحقیقات سے مذکورہ بالا احادیث کے اس فقرے کی تشریح وتفسیر بخوبی ہوجاتی ہے کہ "ہمارے سمندروں کے نیچے آگ ہے۔" اب ہم اسکے اگلے ٹکڑے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کرۂ ارض کا داخلی ڈھانچہ

قبل اس کے کہ ہم اس حدیث کے اگلے فقرے کی طرف بڑھیں، اس کو سمجھنے کیلئے کرۂ ارض کے اندرون interior پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے۔ماہرین ارضیات کرۂ ارض کے اندرون کو چار کروی الشکل طبقات یا پرتوں میں بانٹتے ہیں۔کرۂ ارض کی سب سے اوپری پرت قشر ارض crust ہے جو ٹھوس چٹانی ہے اور سطح زمین سے ۵۰ کلومیٹر گہری ہے۔اس کے اوپری حصہ پر براعظم اور سمندر واقع ہیں۔قشر ارض میں گہرائی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس کے درجہء حرارت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا ہے۔لہذا قشر ارض کی انتہائی عمیق چٹان کا درجہء حرارت 870 ڈگری سیلسیس کو پہنچ گیا ہے۔قشر ارض کے نیچے کیا ہے اس کے متعلق انسان بلاواسطہ direct طور پر نہیں جانتا البتہ اس نے بالواسطہ indirect طور پر جیسے زلزلیاتی لہروں کے مطالعہ کے ذریعہ اس کا پتہ لگایا ہے۔لہٰذا اس کے مطابق قشر ارض کے نیچے تقریبا 2890 کلومیٹر تک غلاف ارض mantle کا حصہ پھیلا ہوا ہے۔غلاف ارض ٹھوس چٹانی ہے۔اس کا انتہائی درجہء حرارت 870 ڈگری سے شروع ہوکر 4400 ڈگری سیلسیس تک پہونچ چکا ہے۔اس کے نیچے خارجی مرکز outer core ہے جو 2400 کلومیٹر موٹا ہے اور یہاں کا منتہا درجہء حرارت 4500 ڈگری سیلسیس ہے اور یہ مائع اور سیال شکل میں ہے۔سمندری فرش پر امنڈ آنے والا سیال لاوے lava کا ماخذ یہی خارجی مرکز ہے۔کرۂ ارض کی آخری طبقاتی پرت داخلی مرکز inner core ہے جو 1300 کلومیٹر موٹی ہے اور یہاں کا انتہائی درجہء حرارت

7000 ڈگری سیلسیس ہے۔داخلی مرکز انتہائی ٹھوس تصور کیا جاتا ہے۔

آگ کے نیچے سمندر

کرۂ ارض پر زیرِ زمین جو سمندر دریافت ہوئے ہیں ان کا محل وقوع غلاف ارض mantle کا حصہ ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ غلاف ارض اب تک خالصتا چٹانی منطقہ تصور کیا جاتا تھا، مگر وہاں اس عظیم الشان سمندر کی دریافت نے تمام سائنسدانوں کو اچھنبے میں مبتلا کر دیا ہے۔اس نئی تحقیق کے مطابق کرۂ ارض کی سطح کے سکیڑوں کلومیٹر نیچے غلاف ارض mantle میں اتنا پانی محبوس ہے جو ہمارے معروف سمندروں کے کل پانی کا تین گنا ہے۔ یہ پانی سطح زمین کے تقریبا ٦٦٠ کلومیٹر (۴۰۰ میل) نیچے ایک قسم کی معدنیات جسے ’رنگووڈائیٹ‘ ringwoodite کہا جاتا ہے اس میں محبوس ہے جو غلاف ارض میں پایا جاتا ہے۔اس تحقیق کو امریکہ کی نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی کے اسٹیو جیکوبسن اور انکے ساتھیوں نے انجام دیا ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیق کیلئے امریکہ کے زیرِ زمین وسیع منطقہ کو بنیاد بنایا ہے۔ان کے مطابق رنگووڈائیٹ اسپنج کے مانند ہوتا ہے جو پانی کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔انکے مطابق اگر رنگووڈائیٹ میں ایک فیصد بھی پانی پایا جائے تو یہ پانی کرۂ ارض کے سمندروں میں موجود کل پانی کا تین گنا ہوگا۔محققین نے اس حقیقت تک پہنچنے کیلئے امریکہ کے زلزلیاتی لہروں کے رکاڈس کا مطالعہ کیا اور اس پر تجرگاہوں میں مختلف تجربے کئے۔ ان تجربوں کے ذریعہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سطح زمین سے سکیڑوں کلومیٹر نیچے چٹانوں کے پگھلنے اور ان کی حرکت پذیری کی بنا پر پانی ان چٹانوں میں جذب ہو کر مقید ہوگیا (روزنامہ دی گارجین، یو کے، ۱۳ جولائی، ۲۰۱۴)

بہرحال ان تحقیقات سے یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ غلاف ارض جو اب تک ٹھوس اور چٹانی تصور کیا جاتا تھا اس میں بے انتہائی طور پر کثیر مقدار میں پانی موجود ہے۔اس طرح احادیث میں مذکور سمندر کے نیچے آگ اور پھر آگ کے نیچے سمندر کے موجود ہونے کی تصدیق ٹھوس سائنسی شواہد کے ذریعہ فراہم ہوگئی ہے۔

دوسرے سمندر کے نیچے آگ

کرۂ ارض کے اندرون کے متعلق اوپر مذکور دو احادیث میں پہلی حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (حدیث مرفوع) ہے اس میں صرف ’’سمندر کے نیچے آگ اور آگ کے نیچے سمندر ہونے‘‘ کی بات کہی گئی ہے جبکہ دوسری حدیث جو کہ قول صحابی (حدیث موقوف) ہے اس میں مزید اس کا بھی تذکرہ موجود ہے کہ اس دوسرے سمندر کے نیچے مزید آگ ہے۔لہٰذا ہم یہاں اس پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش

کریں گے جو کہ جدید جیولوجیائی تحقیقات کی روشنی میں ایک دلچسپ حقیقت ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ کرۂ ارض کے پورے سمندری فرش پر مستقل طور پر آتش فشانی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں زمین کی بے انتہاء گہرائیوں سے ہمہ وقت لاوا امنڈ آرہا ہے۔ کرۂ ارض کے سمندری فرش پر یہ لاوا دراصل کرۂ ارض کے خارجی مرکز outer core سے امنڈ آرہا ہے، جو کرۂ ارض کی تیسری پرت ہے اور جو غلاف ارض کے نیچے واقع ہے۔ یہ خارجی مرکز دراصل بے انتہاء گرم آگ کا ایک سمندر ہے جو سطح زمین سے 2890 اور 5150 کلومیٹر کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس کا درجہء حرارت اس کے اوپری حصہ میں 4230 ڈگری سیلسیس سے لے کر اس کی آخری انتہاء تک 7730 ڈگری سیلسیس تک چلا گیا ہے۔ کرۂ ارض کے اندرون کا اتنا بڑا اور وسیع حصہ کھولتے ہوئے لاوا پر مشتمل ہے جو سیال شکل میں ہے۔ یہی لاوا ٹھوس غلاف ارض اور قشر ارض میں موجود شگافوں کے ذریعہ کرۂ ارض کے سمندروں اور براعظموں پر آتش فشاں کے پھٹنے کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ احادیث کا یہ بیان کہ ''سمندر کے نیچے آگ، آگ کے نیچے سمندر اور پھر سمندر کے نیچے آگ ہے'' جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں جیولوجیائی حقائق ونظریات سے مکمل طور پر میل کھاتا ہے۔ لہٰذا اوپر احادیث اور جدید جیولوجیائی تحقیقات کے درمیان جو تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا اسکا خلاصہ یوں ہے کہ ہمارے سمندر جن کی اوسط گہرائی تقریباً چار کلومیٹر ہے اس کے نیچے آتش فشاں اور آتش فشانی لاوے کی دبیز تہیں پائی جاتی ہیں۔ انکے نیچے غلاف ارض میں ہمارے سمندروں سے تقریباً تین گنا بڑا سمندر پایا جاتا ہے اور اسکے نیچے خارجی مرکز میں بیکراں آگ کا سمندر پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ تمام حقائق ''سمندر کے نیچے آگ، آگ کے نیچے سمندر اور سمندر کے نیچے آگ، کی بہترین تشریح پیش کررہے ہیں۔ یہ تمام جیولوجیائی انکشافات بیسویں اور اکیسویں کی ہیں۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن کو اگر صرف چند دہائیوں پہلے تک کہا جاتا تو ایسی باتوں کو سنجیدگی سے لینا تو کجا ان کا مذاق اڑایا جاتا مگر جدید سائنسی تحقیقات کی بدولت احادیث کے یہ تمام بیانات اور علوم ومعارف روز روشن کی طرح عیاں ہوگئے ہیں اور ساری انسانیت کو اپنی روشنی سے منور کرنے کی قوت وطاقت رکھتی ہیں، کیونکہ احادیث کے ان بیانات کے ذریعہ ساری انسانیت کیلئے یہ پیغام جاتا ہے کہ سائنسی اعجازات سے صرف قرآن ہی نہیں بلکہ احادیث مبارکہ بھی لبریز ہیں جن سے احادیث کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر اسعد زمان
ترجمہ و تلخیص: مفتی یاسر احمد زیرک

اسلامی معاشیات:
ایک بحرانی صورتِ حال

(ڈاکٹر اسعد زمان صاحب پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس اسلام آباد کے وائس چانسلر ہیں۔ آپ 1978 میں سٹین فورڈ یونیورسٹی امریکہ سے اکنامکس میں پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔ موصوف کا شمار اس وقت پاکستان کے ممتاز ماہرین معاشیات میں سے ہوتا ہے۔ معاشیات بالخصوص اسلامی معاشیات میں آپ کے کارہائے نمایاں امت مسلمہ کے لیے گراں قدر سرمایہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تحقیقی مقالہ قطر کے شہر دوحہ میں بین الاقوامی اسلامی معاشیات کانفرنس (منعقدہ 25 تا 27دسمبر 2011) میں پیش کیا تھا۔ اپریل/ مئی 2012 کو یہ مقالہ کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی سعودی عرب کے جریدے "اسلامک اکنامکس" میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ دراصل انگریزی زبان میں Crisis in Islamic Economics کے عنوان سے ہے۔ یہاں ہم اردو زبان میں اس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔ یاسر احمد زیرک)

امتِ مسلمہ کو آج جو بنیادی مسئلہ درپیش ہے، علامہ اقبال نے اس کا اظہار کچھ یوں فرمایا تھا:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

یعنی میری آنکھیں مغربی علوم کی ظاہری روشنائی اور چمک دمک کی وجہ سے چندھیاہٹ کا شکار ہونے والی نہیں ہیں کیونکہ میری آنکھوں کا سرمہ مدینہ اور نجف کی خاک کا بنا ہوا ہے۔

آج امتِ مسلمہ کی ایک بڑی تعداد کی آنکھیں مغربی علوم کی ظاہری چمک دمک کی وجہ سے چندھیا گئی ہیں، چنانچہ یہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ان کو جو خزانہ قرآن وسنت کی صورت میں ملا ہے، مغربی علوم اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آج مغرب کا دعوی ہے کہ ان کے علوم حقائق پر مبنی ہیں، اس کے پیچھے فلسف حیات ہے اور نہ ہی اقدار بلکہ یہ محض حقائق ہیں۔ مسلمانوں کو بظاہر اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی، چنانچہ انہوں نے اسے قبول کرنا شروع کیا۔ اس کی وجہ سے بعینہ وہی مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے جس کی تعبیر ہم جدید معتزلہ کے نام سے کرتے ہیں۔ قدیم معتزلہ یونانی علوم سے متاثر تھے، چنانچہ وہ

اس کو وحی کے برابر خیال کرتے تھے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچے زیادہ وقت مغربی علوم سیکھنے میں صرف کرتے ہیں، جب کہ بہت کم تعداد میں بچے روایتی اسلامی علوم سیکھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔جس سے دونوں علوم کے متعلق مسلمانوں کی ترجیحات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل کے سطور میں اس تحقیقی مقالے کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

تعارف:

ہم جو مغربی سیکولر علوم سیکھتے ہیں، اس کی بنیاد ان مفروضات پر ہے جو اسلامی تعلیمات کے ساتھ متصادم ہیں، مثلاً مذہب اور ریاست کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی بنیاد اس نظریئے پر ہے کہ مذہب ایک نجی اور انفرادی معاملہ ہے، ریاست کا اس کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہے۔بعض اہلِ علم نے انتہائی بصیرت کے ساتھ مغربی علوم کا جائزہ لیا، چنانچہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان علوم کے اندر کچھ زہریلے عناصر پائے جاتے ہیں جس کا ادراک امت کے لیے نہایت ضروری ہے، نیز انہوں نے مغربی علوم اور اسلامی نظریات کے آپس کے تصادم کا ادراک کرتے ہوئے ان علوم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کو ضروری خیال کیا، چنانچہ پندرھویں صدی ہجری کے اوائل میں OIC نیا اس خصوصی مقصد کے پیشِ نظر دو یونیورسٹیوں کی بنیاد رکھی: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ملیشیا۔پوری اسلامی دنیا میں اس مقصد کی خاطر، کہ مغربی علوم کو روایتی اسلامی علوم کے سانچے میں ڈھال دیا جائے، بڑے بڑے اقدامات کیے گئے۔

علم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا یہ منصوبہ امتِ مسلمہ کے لیے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔کسی بھی معاشرے کا مستقبل تعلیم کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، تاہم بدقسمتی سے مغرب سے غیر معمولی طور پر سے متاثر ہونے کی وجہ سے اس منصوبے کو سخت نقصان پہنچا۔مغربی علوم کے اندر اسلامی نظریات سے متصادم عناصر کو نکالنے کی بجائے مسلمانوں نے قرآن وسنت کی تشریحات نئے سرے سے شروع کیں تاکہ اسلامی تعلیم کو مغربی نظریئے کے موافق بنائیں، چنانچہ انہوں نے باہمی طور پر دو متصادم چیزوں کو یکجا کرنے کی کوششیں کی جو کہ ایک ناممکن کام تھا۔انہوں نے آگ اور پانی کو ایک ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی جو ان کی ناکامی کا باعث بنا۔

اس مقالے کا تعلق اسلامی معاشیات کیساتھ ہے۔ بعینہ یہی مسئلہ مغربی معاشرتی علوم میں بھی نکل آیا کیونکہ مغربی سماجی علوم کا دارومدار مذہب کی تردید اور کچھ ایسے مفروضات پر ہے جو براہِ راست اسلامی اصول کیساتھ متصادم ہیں، جس کا تذکرہ میں اپنے مقالے Origins of Western Social

Sciences میں کر چکا ہوں۔مغربی معاشی علوم میں انسان کی روح اور بڑی حد تک دل کو بھی بے دخل رکھا گیا۔ان کے نزدیک انسان محض 'حیوان' ہی ہے، حوس کا پیکر اور نفس پرست ہے، اسکے علاوہ ان کے سماجی علوم میں روحانیات کا کوئی تصور نہیں ہے۔انہوں نے ان علوم میں صرف عقل کو مدارِ بحث بنایا ہوا ہے۔

اسلامی معاشیات: ایک بحرانی صورت حال:

اس مقالے کے دوسرے حصے کا آغاز کچھ مصنفین کے اقتباسات سے ہوتا ہے، جو اسلامی معاشیات پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض اہم مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تیس سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسلامی معاشیات کی کوئی عام اور مقبول تعریف کوئی نہ کر سکا، نیز ابھی تک اس موضوع پر کوئی مقبول معیاری نصابی کتاب بھی شائع نہیں ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حضرات اسلامی معاشیات پر کام کر رہے ہیں، وہ ایک مغالطے کا شکار ہیں کہ:

Islamic Economics= Capitalism -Interest +Zakat

یعنی اسلامی معاشیات کی تشکیل کا آغاز رائج الوقت معاشیات سے ہوگا، جس سے غیر اسلامی عناصر ختم کریں گے اور اسلامی نظریات اس میں شامل کرینگے۔بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے اسلامی معاشیات کے شعبے (International Institute of Islamic Economics) میں جو اسلامی معاشیات پڑھائی جاتی ہے، اس کی بنیاد بھی مغربی معاشی علوم کی تدریس ہی پر ہے تاہم اس کے اندر عربی، فقہ اور روایتی اسلامی مآخذ سے ماخوذ اقتصادیات سے متعلق مواد کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔اس مقالے کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ یہ طریق کار درست نہیں ہے، اس طرح کرنے سے مطلوبہ اہداف تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایتی معاشیات اسلام کے ساتھ متصادم ہے اور اس کی بنیاد دراصل غلط اصول پر کھڑی ہے۔ہم حق کو باطل کے ساتھ ملا کر حق نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔اسلامی معاشیات کی ٹھوس بنیادوں میں رائج الوقت ان معاشی نظریات کی تردید ضرور بالضرور ہونی چاہیے جو کہ آج کل پڑھائی جا رہی ہیں، نیز مکمل مضمون خالص اسلامی بنیادوں پر قائم ہونا چاہیے۔(تفصیل کیلئے میرا مقالہ Re-Defining Islamic Economics ملاحظہ فرمائیں)

مروجہ علم معاشیات کی چار بنیادی خامیاں:

مقالے کے تیسرے حصے میں اس بات کی وضاحت ہے کہ مروجہ علمِ معاشیات کیوں غلط ہے۔اس ضمن میں چار بنیادوں خامیوں کا تذکرہ ہے:

1۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ علمِ معاشیات دراصل ایک سائنس ہے بنی نوع انسان کے متعلق علم

"طبیعات " کے اصولوں پر مبنی نہیں ہوسکتا کیونکہ انسانی رویہ اور انسانی طرزِ عمل آزاد ہے، اس کی پیائش نہیں ہوسکتی، جس طرح کہ طبعی اشیا قدرتی قانون کے تحت پابند ہیں، اس طرح انسانی رویہ نہیں ہے۔

2۔ سائنس کی تقلید کرتے ہوئے ماہرینِ معاشیات نے ان چیزوں پر زور دیا جو گنی، ناپی اور تولی جا سکتی ہے، جیسے پیسہ اور مادہ جبکہ انسانی زندگی میں غیر محسوس چیزوں کو بھی کافی دخل حاصل ہیں، جیسے کہ محبت۔

3۔ مادہ پرستی اور نفس پرستی، یعنی یہ نظریہ کہ زندگی کا مقصد اشیا و خدمات کے صرف کرنے کے ذریعے خوشیاں بڑھانا ہے، حالانکہ نفس پرستی اور مادہ پرستی قرآن وسنت کی رو سے مذموم ہیں۔

4۔ معاشی نظریات کے معیاراتی عناصر (Normative Elements) کو پس پردہ رکھنا اور اس دھوکے کو پروان چڑھانا کہ معاشیات مثبت ہے، یعنی ٹھوس، حقائق پر مبنی اور بامقصد ہے۔

ان تمام بنیادی غلطیوں کو میں اپنے ایک اور مقالے Economics for the 21st Century میں کافی تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔ الغرض جدید علمِ معاشیات خامیوں سے بھرا ہے، اگر ہم اس کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ خلط ملط کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ غلط بنیادوں پر عمارت کھڑی کرنے کے مترادف ہوگا۔ حقیقی اسلامی بنیادوں پر اسلامی معاشیات کی عمارت کھڑی کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک اسلامی متبادل:

مروجہ علمِ معاشیات کی تردید کے بعد اس مقالے کے چوتھے حصے میں ایک حقیقی اسلامی متبادل دکھایا گیا ہے جو کہ یکسر مختلف ہے۔ یہ کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔

الف: اسلامی معاشیات کی طرف پہلا قدم یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں انقلاب برپا کیا جائے۔ اس کے لیے ظاہری دنیا سے وابستہ تکنیکی علم، جو کہ انسان کے دل اور روح کی اندرونی دنیا کے علم سے خالی ہو، کی بجائے روحانیت، اخلاقیات اور دل کو چھونے والے مفید علم کی ضرورت ہے۔

ب: ہمارے دلوں میں مال و دولت کی محبت رچی ہوئی ہے اور برائی کی طرف میلان سے ہم مغلوب ہو چکے ہیں۔ ہمیں الٹا ان چیزوں پر غالب آنا چاہیے اور اپنی محبت کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے پیغام کے ساتھ خالص کرنا چاہیے۔ جب ہم اپنے دلوں کو پاک کریں گے تو ہمارے اندر فیاضی اور سخاوت پیدا ہوگی، یوں ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ مخلوقِ خدا کی خدمت کی شکل میں بہترین عبادت انجام دینا شروع کریں۔

ج: مروجہ علمِ معاشیات کی بنیاد "مقابلہ بازی اور خودغرضی " پر قائم ہے، جب کہ اسلامی معاشیات کی

بنیاداس کے بالکل برعکس "باہمی تعاون اور فیاضی "پر قائم ہے۔

درپیش مسائل اور مواقع:

مروجہ علمِ معاشیات کومن وعن تسلیم کرنے کی وجہ سے ایک بہت بڑا مسئلہ یہ پیدا ہو رہا ہے کہ اسلامی معاشیات کی حقیقت تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے مغربی تعلیمات کو ببانگ دہل مسترد کرنے کی ہمت پیدا کرنا ایک بہت ہی بڑامسئلہ (Challenge) ہے۔ جبکہ موقع (Opportunity) یہ ہے کہ ایک بالکل الگ متبادل علمِ معاشیات کی عمارت کھڑی کی جائے جس کی بنیاد خالص اسلامی اصول پر ہو، کیونکہ وہ بنیادی نظریات جس پر مغربی علمِ معاشیات کی بنیاد کھڑی ہے، وہ سب کے سب غلط ہیں۔ اس کے برعکس ہم اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق ایک نیا علم قائم کر سکتے ہیں جو اس کے بالکل برعکس ہوگا، جس کی بدولت ہم انسانیت کو تاریکیوں اور عصرِ حاضر کی مشکلات سے نکال سکتے ہیں اور یوں ہم ایک نئی تاریخ رقم کر سکتے ہیں، مگر المیہ یہ ہے کہ ابھی تک مروجہ علمِ معاشیات کی تردید کی جرات تک کوئی بھی نہیں کر سکا۔ جس طرح اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے دنیائے عالم میں ایک انقلاب برپا کیا، آج بھی اسلام ہمیں بعینہ وہی موقع فراہم کرر ہا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہیکہ ہم قرآن وسنت کومغربی سماجی علوجو بظاہر تو عالی شان ہیں لیکن باطن کے اعتبار سے بے کار اور بدصورت ہیں پر فوقیت دیں اور ان علوم کو سب سے بڑھ کر سمجھیں۔

اسلام، جمہوریت اور آئین پاکستان

''اسلام اور جمہوریت کے موضوع پر بہت لکھا جاچکا ہے لیکن محترم محمد اسرار مدنی صاحب نے اسلام اور جمہوریت کے تعلق کو پاکستان کے تناظر میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔''......حامد میر (کالم نگار روزنامہ جنگ واینکر جیو ٹی وی)

ترتیب وتدوین:

محمد اسرار مدنی

ناشر: مجلس تحقیقات اسلامی نوشہرہ

0333 8000098

مولانا محمد فہد مردانی *

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق کی زیر ترتیب تفاسیر امام احمد علی لاہوریؒ: ایک تعارف

اردو برصغیر کی ایک ایسی زبان ہے جس میں عربی فارسی اور ترکی زبانوں کی اسلامی روایت موجود ہے، یہ ایک باوقار علمی، سہل اور روان زبان ہے، اس میں ہر مضمون کو ادا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت موجود ہے، اسلامی علوم وفنون کے تراجم وتشریحات، توضیحات وتعلیقات اور اشاعت و خدمت دین کا جو شرف اس زبان کو حاصل ہوا ہے شاید ہی کسی غیر عربی زبان کو اتنی شرف وسعادت میسر آیا ہو، یہ زبان دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی پیش پیش رہی اور اس نے ہر داعی دین کو اپنے روان لہجے، شستہ انداز اور آسان اسلوب کے باعث ایک آسانی مہیا کی، میدانِ دعوت میں بالعموم مخاطبین عوام الناس ہوتے ہیں اور انہیں اسلامی عقائد اور دینی احکام سے روشناس کروانا ہوتا ہے، اس لئے قران کریم کی ترجمہ اور تفسیر پیش کرنا گویا دعوت دین کی بنیاد اور اصل ہے پھر تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے اردو معانی سمجھنے کی طلب ایک ضرورت بنتی جاتی ہے، لہٰذا اس زبان میں ترجمہ اور تفسیر قران کی اہمیت دو چند ہوجاتی ہے، اس لئے اس زبان میں تراجم وتفاسیر قران جزوی طور پر ابتدا سے شروع ہوگئے تھے۔

اردو میں قران کریم کے تراجم اور تفاسیر کا سلسلہ مبارکہ سولہویں صدی کی آخری دہائی یعنی دسویں صدی ہجری سے اس کا آغاز ہوا، سترہ سوتین کے بعد باقاعدہ طور پر تراجم اور تفاسیر قران کا سلسلہ شروع ہوگیا اس میدان میں مسلمانان برصغیر کے لئے فارسی زبان میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا ترجمہ (فتح الرحمٰن) مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی ترجمہ اردو تراجم کے لئے اصل اور بنیاد ٹھہرا اور اسی کو بنیاد بنا کر اردو میں تراجم کیے گیے، اسی ترجمہ قران نے عوام الناس میں قران فہمی کا ایک اعلی ذوق پیدا کردیا اور لوگ قران کریم کے قریب تر ہونے لگے یہ ترجمہ اگرچہ فارسی میں ہے مگر اردو کے تراجم کے لئے امام و رہنما کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اسے ''سید التراجم'' بھی کہا جاتا ہے شاہ ولی اللہؒ کی عبقریت اور رسوخ فی العلم ایک

---

* رکن موتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ

مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کا ترجمہ قرآن ہمہ پہلو کا حامل ہے، اس میں تفسیری ادب کے لطیف نکات اور شاہ صاحب کی قرآنی بصیرت کے منفرد اور شاندار نمونے نظر آتے ہیں۔

برصغیر میں قرآن فہمی کے حوالے سے فتح الرحمٰن کی حیثیت بنیادی ہے اور یہ اردو تراجم کا امام اور رہنما ہے ''فتح الرحمٰن'' کے بعد ولی اللہی فکر کے حامل تین تراجم منظر عام پر آئی ،جس میں شاہ عبد العزیز دہلویؒ کی ''فتح العزیز'' اور شاہ رفیع الدین کا ''ترجمہ قرآن'' یہ لفظی ترجمہ قرآن کی اولین اور انفرادی اہمیت کا حامل کامیاب کوشش تھی لیکن ''فتح الرحمٰن'' کا حقیقی ترجمان اور شاہ صاحب کی فارسی ترجمے کا فیضان شاہ عبد القادر دھلوی کا اردو ترجمہ 'موضح القرآن' ہے، جس میں شاہ عبد القادر دہلوی کی قرآن فہمی کے موتی جابجا بکھرے نظر آتے ہیں اس ترجمے کو ''احسن التراجم'' اور ''انفع التراجم'' بھی کہا جاتا ہے، بقول مولانا قاسم نانوتویؒ کہ ''اگر اردو میں قرآن نازل ہوتا تو شاید اس کی تعبیرات وہی یا اس کے قریب قریب ہوتیں جو شاہ عبد القادر کی ترجمہ کی ہے اس ترجمہ کی عظمت اور افادیت کا اعتراف نقادانِ فن بھی کر چکے ہیں، جب ولی اللہی فکر کے ترجمان شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے محسوس کیا کہ زمانی اعتبار سے ''موضح القرآن'' کے کئی الفاظ اب متروک ہو گئے ہیں اور عامہ الناس کیلئے ان کی تفہیم مشکل ہوتی جا رہی ہے تو آپ کو اس ترجمہ میں نئے الفاظ کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ نے اس کی تسہیل کا عزم کیا اور اس کی تسہیل میں از حد احتیاط کی اور کسی جگہ بھی ''موضح القرآن'' کے انداز اور بنیادی فکر سے انحراف نہیں کیا، متن قرآن کو بالا تر رکھا اور اردو کے محاورے کو اس کے تابع کیا یہ ترجمہ بنیادی طور پر شاہ صاحب کے ''فتح الرحمٰن'' اور شاہ عبد القادر کے ''موضح القران'' کی فکری و معنوی توسیع اور اسی تسلسل کی ایک سنہری کڑی ہے جو ''موضح الفرقان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس کے بعد جس ترجمے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی وہ امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری کا ترجمہ اور تفسیر ''قران عزیز'' ہے، امام لاہوری کا یہ ترجمہ با محاورہ ہے اور اس کے الفاظ و مدلولات قرآنی باہم ساتھ ساتھ چلتے ہیں البتہ بعض مقامات پر لفظی ترجمہ کو احتیاط کی بنا پر ترجیح دی گئی ہے، آپ نے اس ترجمہ میں علوم و افکار ولی اللہی کو اپنا خاص مرجع بنایا ہے، اس ترجمہ کی بنیاد میں تین تراجم سے بالخصوص استفادہ کیا گیا ہے ''فتح الرحمٰن''، ''موضح القرآن'' اور'' موضح الفرقان'' (ترجمہ شیخ الہند) اس لئے امام لاہوری کا ترجمہ اور درس تفسیر میں شاہ ولی اللہ کے جا بجا حوالے اور ان کی مخصوص اصطلاحات نظر آتی ہے بالخصوص خلاصہ سور و رکوع کے عنوان کے تحت فکر ولی اللہی کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، شاہ صاحب سے استفادے کی وجہ علوم و معارف ولی اللہی کے شناور امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی سے آپ کا

تلمیذانہ تعلق ہے، امام لاہوری امام انقلاب سے خاندانی اور علمی ہر دونسبتوں کے سبب خاندان ولی اللہی کے علوم و معارف کے اہم اور بڑے ترجمان تھے، آپ کی ساری زندگی درس قرآن اور دینی و روحانی علوم کی اشاعت میں بسر ہوئی آپ کا اہم کارنامہ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیری حاشیہ ہے آپ نے خاندان ولی اللہی کی تعلیمات کے پیش نظر ترجمہ اور حاشیہ تفسیر مرتب کر کے برصغیر کے تمام جید علمائے کرام سے خراج تحسین وصول کیا۔

علمائے ہند میں شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کے قرآنی علوم کا سب سے بڑا شارح اور ترجمان اگر کوئی تھا تو وہ امام لاہوری کی ذات گرامی تھی، انہوں نے اپنے ترجمہ اور تفسیر میں شاہ صاحب کے معارف وعلوم سے خصوصی استفادہ کیا ہے، ان کی اصطلاحات استعمال کیں، متعدد جگہ ان جیسا فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز اپنایا، مخالف آراء اور ظاہری اختلاف میں تطبیق کا ولی اللہی اسلوب اس کی تفسیر میں جھلکتا نظر آتا ہے اور شاہ صاحب کی اسلوب اور نہج پر اجتماعیت کے سیاسی اور عمرانی افکار بیان کیے ہیں اور حالات حاضرہ پر ان اصول و افکار کا انطباق و اطلاق بھی جامع اور احسن طریقے سے کیا ہے اسی وجہ سے امام لاہوری کی تفسیر میں ایک خاص جامعیت حالات حاضرہ میں قرآنی رہنمائی اور ندرت فکر کی ایک خاص شان پیدا ہوگئی ہے۔

امام لاہوری ایک تعارف

چونکہ ہمارا مقصد یہاں امام لاہوری کی تفسیر کا تعارف پیش کرنا ہے، لہٰذا مناسب یہ ہوگا کہ اس محل پر امام لاہوری کا مختصر تعارف بھی نذر قارئین کیا جائے۔ امام الاولیا، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کا شمار ان اولیا اللہ اور مصلحین امت میں سے ہوتا ہے جن کا اسم گرامی اور نام نامی آتے ہی بڑے بڑے جبال علم اور احسان وسلوک کے شناور اور بزرگ ہستیوں کے سر عقیدت ومحبت سے جھک جاتے اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں اور یقیناً یہ ایک حقیقت ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری آسمانِ ولایت پر آفتابِ عالمتاب بن کر چمکے، اللہ تعالی نے انھیں بے شمار کمالات اور سعادات سے نوازا تھا، ان کی علمی و روحانی شہرت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت امام لاہوری کا تعلق ان علمائے حق سے ہے جن کی پوری زندگی قال اللّٰہ و قال الرسول کی صدا بلند کرتے اور لاکھوں لوگوں کو شرک و کفر اور ضلالت و گمراہی کے گڑھوں سے نکال کر ان کے دلوں میں توحید الٰہی، عشق نبوی، حب صحابہ و اہل بیت کی شمعیں روشن کیں، امام لاہوری کے والد شیخ حبیب اللہ گوجرانوالہ کے قریب جلال نامی قصبہ کے رہنے والے ایک نومسلم، انتہائی متقی اور دیندار تھے جبکہ آپ کی

والدہ ماجدہ نہایت عابدہ، زاہدہ اور صالحہ عورت تھیں انہوں نے اپنے لخت جگر کو قرآن مجید خود پڑھایا۔ آپ کے والد نے اپنے لخت جگر کو گوجرانوالہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عبدالحق کے سپرد کر دیا، اس بچہ کو گوجرانوالہ آئے چند ماہ ہی گزرے تھے کہ مولانا عبیداللہ سندھی دارالعلوم دیوبند سے اپنی تعلیم مکمل کر کے سندھ جاتے ہوئے اپنی والدہ سے ملنے سیالکوٹ آئے، آپ کی والدہ ماجدہ نے مولانا سندھی کو شیخ حبیب اللہ کے قبول اسلام اور دیانت وتقوی کا بھی ذکر کیا، چنانچہ مولانا سندھی اپنی والدہ کے ہمراہ باہو چک آئے اور اپنے رشتہ کے بھائی سے ملے۔

اس وقت شیخ حبیب اللہ نے اپنے لختِ جگر کو حضرت سندھی کے حوالے کر دیا، نو برس کی عمر میں اس بچے کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا، سندھ کے ولی کامل حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری کے حکم سے مولانا سندھیؒ نے اس بچہ کی والدہ سے نکاح کر لیا، اس لحاظ سے مولانا سندھی اس بچہ کے سوتیلے والد بن گئے۔ کچھ عرصے بعد یہ بچہ اپنی والدہ کی شفقتوں سے بھی محروم ہو گیا۔

مولانا سندھی نے ابتدائی صرف ونحو عربی وفارسی کتب اس بچہ کو خود پڑھائیں، مولانا سندھی نے ۱۹۰۱ میں گوٹھ پیر جھنڈا ضلع سکھر میں مدرسہ ''دارالرشاد'' کی بنیاد رکھی تو ان کی زیر نگرانی اس بچہ نے چھ سال بعد درس نظامی مکمل کیا، اس مدرسہ ''دارالرشاد'' سے فارغ ہونے والوں میں پہلا نام آپ کا ہے، مولانا سندھی کی ہدایت پر اسی مدرسہ میں آپ نے تعلیم تدریس شروع کی، چنانچہ تین سال تک امام لاہوری اسی مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم دیتے رہے۔ مولانا سندھی نے اپنی پہلی زوجہ سے بیٹی کا نکاح مولانا احمد علی سے کر دیا لیکن وہ ایک سال بعد ہی انتقال کر گئیں، اس کے بعد مولانا ابو محمد احمد کی صاحبزادی سے دسمبر ۱۹۱۱ء میں آپ کا نکاح دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے پڑھایا، تحریک ریشمی رومال میں قید وبند سے مشروط رہائی پانے کے بعد آپ لاہور میں مقیم ہو گئے، جس وجہ سے آپ لاہوری کہلاتے ہیں، مسجد لائن سبحان والی شیرانوالہ دروازہ سے باہر مسجد میں حضرت مولانا پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے، فاروق گنج کی طرف جاتے ہوئے جو مسجد ہے وہاں آپ نے درس قرآن شروع کیا پھر آہستہ آہستہ تبلیغ وارشاد کا سلسلہ بڑھنا شروع ہو گیا۔ ۱۹۲۲ء میں حکیم فیروز الدین کی تحریک پر آپ نے انجمن خدام الدین کی بنیاد رکھی جس کے تحت قرآن اور سنت نبویؐ کی اشاعت کو انجمن کا نصب العین قرار دیا گیا۔

۱۹۲۴ء میں انجمن خدام الدین کی زیر نگرانی مدرسہ قاسم العلوم کی بنیاد رکھی گئی جس کی عمارت کی رسم افتتاح علامہ شبیر احمد عثانی کے ہاتھوں ۱۹۳۴ء میں ادا ہوئی۔ آپ نے عمر بھر قرآن مجید کی لفظا ومعنا

خدمت کی، آپ نے مسلمانوں کو قرآن مجید سمجھانے کے لیے روزانہ نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ درس قرآن رکھا ہوا تھا۔ جس میں مسلمان مردوں کے علاوہ علیحدہ باپردہ جگہ میں خواتین بھی شریک ہوتی تھیں، علوم عربیہ کے فارغ التحصیل علماء کے لیے قرآن کی تفسیر پڑھائی جاتی اور اس درس کی تکمیل کے بعد جو حضرات مزید تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے آپ انہیں چار ماہ میں فلسفہ، شریعت اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشہور کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' پڑھاتے ۱۹۴۰ء سے شروع ہونے والا یہ درس آپ کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا، حضرت امام لاہوری کا یہ درس قرآن عوام کے لیے ہوتا تھا لیکن وہ علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے ان کی سطح پر بھی درس قرآن کریم کا اہتمام کرتے تھے اور اس کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ وفکر، خاص طور پر ان کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی تعلیم و تدریس بھی ان کے اس مشن کا حصہ تھا، ان سے اس دوران قدیم و جدید طبقات سے تعلق رکھنے والے ہزاروں ارباب علم نے استفادہ کیا جن میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، علامہ علاؤ الدین صدیقی اور ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا صوفی عبد الحمید سواتی، مولانا قاضی زاہد الحسینی، مولانا شیر علی شاہ مدنیؒ، مولانا عبدالحلیم (دیربابا)، مولانا سمیع الحق مدظلہ جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔

قرآن فہمی میں ان کا طرز حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کی طرح حالات زمانہ پر قرآن کریم کی آیات و احکام کی تطبیق کا تھا اور وہ دورِ حاضر کی اصطلاحات و ماحول کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی تفسیر و تشریح کے ساتھ ساتھ عقلی و منطقی تعبیرات و تاویلات (الاعتبار والتاویل) بھی پیش کرتے تھے جس پر ابتدا میں بعض اہل علم کی طرف سے تحفظات کا اظہار کیا جاتا رہا لیکن دھیرے دھیرے دینی حلقے اس طرز سے مانوس ہوتے چلے گئے اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت لاہوری کا یہ حلق درس جنوبی ایشیا کی سطح پر فہم قرآن کریم کے بڑے مراکز میں شمار ہونے لگا۔ حضرت امام لاہوری کی وفات کے بعد بھی قرآن فہمی یہ سلسلہ ان کے شاگردوں، جانشینوں نے جاری رکھا

ترجمہ قرآن کا آغاز

۱۹۱۵ء میں شیخ الہند نے مولانا سندھی کو کابل بھیجا تو پیچھے دہلی کا سارا نظام آپ کے سپرد رہا اور تحریک ریشمی رومال میں آپ بھی گرفتار ہوگئے، رہائی کے بعد آپ لاہور آتے ہی درس قرآن کی ابتدا کردی، مولانا سندھی سے وعدہ کیا تھا کہ اشاعت قرآن کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ انہوں نے ترجمہ قرآن کے تحریری کام باقاعدہ آغاز ۱۹۲۵ء میں کیا اور آپ تجویز کے مطابق واہ تشریف لے گئے جہاں اس ترجمہ کی تکمیل ہوئے اور ۱۹۲۷ء میں مترجم ومحشی قرآن شائع ہوگیا، ۱۹۲۴ء میں انجمن خدام الدین کی نگرانی

میں مدرسہ قاسم العلوم کا قیام عمل میں لایا گیا اس میں سالانہ نصاب کے علاوہ تفسیر کا سہ ماہی نصاب بھی شامل تھا، اس سہ ماہی کورس کے لئے شیخ الاسلام مدنی طلبا کو ترغیب دیا کرتے تھے جبکہ بڑے بڑے علماء سفارشی خطوط دے کر طلبہ کو لاہور بھیجتے، مولانا علی میاں بھی لاہور میں آپکے پاس قرآنی علوم و معارف کے حصول اور تربیت و تزکیہ کی منازل طے کرنے کیلئے کچھ عرصہ شیرانوالہ گیٹ لاہور میں مقیم رہے آپ نے حضرت لاہوری کی نجی، عوامی اور علمی زندگی کا مشاہدہ کرکے ان کی درویشی، حق گوئی، فہم قرآن اور للّٰہیت اور خشیت اور اخلاص کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور بہتریں تاثرات قلمبند کرکے قارئین کے سامنے پیش کی۔

مولانا لاہور کا طرز و اسلوب درس قرآن

آپ کا علوم و افکار ولی اللہی سے گہرا تعلق ہے اسلئے آپ شاہ صاحب کے فکر و فلسفہ کی روشنی میں طلبہ کو قرآن کی تعلیم دیتے رہے آپ نے اس حوالہ سے ایک مخصوص طرز اختیار کیا تھا جس میں طلبہ کو امہات تفاسیر کے مطالعے کیساتھ ساتھ فہم قرآن میں سورت کا خلاصہ، ربط ایات وسور، خلاصہ رکوع مع ماخذ اور دیگر نکات قرآنی پر مشتمل تعلیم دیتے تھے اس کے نتیجے میں طلبہ میں قرآن کریم کے مضامیں سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی تھی، عربی مدارس کے طلبہ کیلئے ترجمہ اور تفسیر کی تعلیم کا مختصر پروگرام بنا رکھا تھا جس میں طلبہ کے اندر قرآن کریم کو سمجھنے اور سمجھانے کی بھرپور صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی اور اس نصاب کی تدریس میں اسکا علمی تنوع، تعمق اور اثر پذیری خوب تھی، اس مدت میں مولانا نے علماء عربی کو قرآن کے علوم و معارف پر عبور حاصل کرا دیا کرتے تھے اور قرآنی جواہر پر اظہار خیال کی جرات پیدا کر دیا کرتے تھے، عربی کی امہات تفاسیر سے اس طرح تعلق خاطر پیدا کرکے قرآنی ذوق کی آبیاری کی جاتی تھی اور دوران درس تلامذہ کو یہ ہدایت کی جاتی تھی کہ کوئی نہ کوئی تفسیر اپنے مطالعے میں خاص طور پر رکھیں اور یہ بھی ہدایت کی جاتی تھی کہ تقریر درس قلمبند کیا جائے اور جو کچھ بتایا جاتا ہے، اسکو ضبط ذہن کر لیا جائے، مولانا کا خاص طرز یہ تھا کہ پوری سورت کو ایک مجموعی مضمون قرار دیتے اور اس پر بطور خلاصہ تقریر فرماتے پھر ہر رکوع کا مستقل خلاصہ کی صورت میں ایک مضمون بناتے اور پھر ماخذ پر روشنی ڈالتے کہ فلاں آیات تک یہ مضمون مذکور ہے اور خصوصا ربط آیات کو خصوصیت سے پیش فرماتے اور قرآنیات کو دور حاضر پر منطبق کرنے کی طرف توجہ دلاتے اسی طرح دوران درس بطور تاویل اور بطور اعتبار اجتماعیات کیلئے سیاسی اور عمرانی نکات مستنبط کرتے تھے، ان کی تفسیر میں عصر حاضر سے تعلق کی بنا پر قرآن زندہ اور رہنما کتاب عملاً دکھائی دیتی ہے اللہ کی یہ کتاب زمانہ حال کے عمرانی، سیاسی، معاشی اور فکری مسائل کے حل کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔

تفسیر امام لاہوریؒ کی نمایاں خصوصیات اور بنیادی اسلوب

حضرت لاہوری کا ترجمہ اور تفسیر دعوتی،فکری اور فلسفہ ولی اللہی کے اسلوب کے حامل ہے جس میں قرآن کریم کے نظریہ تربیت وتعلیم کے ساتھ ساتھ انفرادی کردار کی تعمیر کے لوازم اور اجتماعیت کے اصول وضوابط پر روشنی ڈالی ہے اور عقائد معاملات،عبادات، تدبیر منزل ،تزکیہ واحتساب نفس اخلاق عالیہ کی ترویج وتکمیل ،رذائل سے اجتناب و دوری کی تلقین، انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کا تعین،معیشت و اقتصاد، جہاد اسلامی کی اہمیت ، سیاست واجتماعیت کو مربوط انداز پر ایک جامع نظام فکر وعمل کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور بالخصوص علوم ولی اللہی سے اخذ واستفادہ کیا گیا ہے۔

۱: خلاصہ سورت

امام کمال بصیرت کے ساتھ اولا ہر سورت کا خلاصہ اور مرکزی مضمون از حد اختصار کے ساتھ بیان فرماتے ہیں ان کے بیان کردہ خلاصہ جات رکوع وسورت دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ کس قدر لطیف وعمیق ہے؟ دیکھنے والا ہی ان لطائف کا اندازہ کر سکتا ہے ،مخصوص احوال کی رکوع وسورت کے نتائج بھی بیان فرماتے ہیں اور اس کے لطیف نکات سے انسان محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور قرن اول سے متعلق آیاتوں اور سورتوں کا انطباق حالات حاضرہ بھی بخوبی کرتا ہے، اس طرح مخصوص عنوان کی بدولت ہی پوری سورت کا جامع خلاصہ سامنے آجاتا ہے، حالات حاضرہ پر انطباق وتطبیق سے اس کی جامعیت سمجھ میں آجاتی ہے کہ آج بھی جو فرد یا طبقہ اسی طرح کے اعمال مرتکب ہوتا ہے ،آج بھی اسی کا انجام پہلے والوں کی طرح ہوگی اس طریقہ پر سور قرآنیہ سے اصولوں کا استخراج واستنباط اور ان کا انطباق آپ کے نمایاں خصائص تفسیر میں سے ہے

۲: موضوع سورت

سورتوں کے خلاصہ کے ساتھ ساتھ آپ اکثر جگہ سورتوں کے مرکزی موضوع کا تعین کرتے ہیں جو بڑا معنی خیز اور جامع ہوتا ہے، کسی جگہ مختصر عنوان دے دیتے ہیں جو سورت کے جملہ مشمولات کا احاطہ کیے ہوتا ہے ،آپ کی قرآن فہمی کا ایک خاصہ یہ ہے کہ بڑے جامع انداز میں سورت کا موضوع متعین کرتے ہیں جو سورت میں مذکور آیات کا مقصود وخلاصہ ہوتا ہے ،آیات کا دیگر متعلقہ موضوعات کا بخوبی خلاصہ خلاصہ پیش کیا گیا ہے، اس میں جو صوری ومعنوی ربط ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں دیگر موضوعات سور بھی اسی طرح کی تفسیری لطافتوں کے حامل ہیں

۳: ربط آیات

امام لاہوری ربط آیات کا اہتمام سب سے زیادہ کرتے ہیں، خلاصہ رکوع اور ہر دو رکوع یا موضوعات کے درمیان بامعنی وحکیمانہ ربط پیدا کردیتے ہیں اس ربط کی تفہیم کے سبب کئی اشکالات از خود رفع ہوجاتے ہیں اور قرآن کریم ایک مسلسل ومربوط کلام دکھائی دیتا ہے۔

۴: خلاصہ رکوع

امام لاہوری ہر رکوع کا خلاصہ بڑے التزام کے ساتھ محض چار پانچ لفظوں میں لکھتے ہیں امام لاہوری کے درس قرآن کی خصوصیت اور قرآنی بصیرت کا اندازہ ان کی خلاصہ رکوعات سے لگایا جاسکتا ہے، اس طریقہ تفہیم کی بدولت قرآن مجید کا ہر رکوع ماقبل و مابعد سے مربوط ہوجاتا ہے اور اس ربط کی بدولت بہت سے اشکالات از خود رفع ہوجاتے ہیں اور قرآن فہمی کا سفر آسان ہوجاتا ہے۔

۵: تصحیح عقائد اور اصلاح رسوم

امام لاہوری کے دو درس قرآن دو انداز تھے، ایک عوام الناس کیلئے جس میں اصلاحی اور اجتماع انداز غالب تھا، دوسرا علماء کرام کیلئے، عمومی، درس برصغیر کے گوشہ گوشہ تک پہنچ گیا تھا، مولانا چونکہ حق گوئی اور استقامت کا پرتو تھے، تو وہ ہر دو دورس قرآن میں تصحیح عقائد کا قرآنی اسلوب میں کرتے تھے، ہر طرح کے باطل ادیان کا رد قرآن وسنت اور افکار شاہ ولی اللہ کے روشی میں پیش فرماتے تھے اور اسی طرح موجودہ باطل نظریات کا بھی پردہ چاک کرکے اس کا اسلامی محاکمہ پیش کرتے تھے اور علاقائی غلط رسوم و بدعات کا تردید بھی نہیں مصلحانہ انداز میں پیش فرماتے تھے اور وقت کے حکمرانوں کی غلط روش پر ان کی اصلاح احوال پر بھی توجہ دیتے تھے اور پوری جرأت کے ساتھ خیر خواہانہ نصائح فرماتے چونکہ مولانا کی زندگی خدا ترسی قرآن فہمی حب رسول اور انسان دوستی کی تابندہ مثال تھی اور اس کے ساتھ درویشی، استغنا اور حق گوئی بھی انکا وصف خاص تھا انگریز استعمار پر نقد ورد پاکستانی حکمرانوں کے غلط اور خلاف شرع اقدامات پر تنقید وہ بلاخوف لامۃ لائم فرماتے تھے

٦: فقہی مسائل کا استنباط

امام لاہوری عالم اجل تھے فقہ میں ان کی دلچسپی تھی اور بالخصوص فقہ حنفی کے فلسفہ اور اس کے اصولوں کے ماہر ومتخصص تھیں اس لئے جہاں قرآن مجید میں انسانی مسائل سے متعلق آیات آتی ہے وہاں مولانا اپنے مخصوص انداز سے فقہی مسائل کا استنباط کرتے ہیں مثلا عائلی زندگی کے حوالے سے نکاح رضاعت طلاق اور میراث وغیرہ امور میں مولانا مسائل کی نوعیت کے اعتبار سے فقہی استنباط اور فقہ حنفی

کے اصولوں سے استخراج نتائج کرتے ہیں، ان مسائل میں کبھی آپ فقہاء احناف کی رائے کی تائید کرتے ہیں اور کبھی اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور بعض مقامات پر فقہاء احناف کے موقف و دلائل کے راجح ہونے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ بتاتے ہیں کہ فقہ حنفی کو ان ان معاملات میں قرآن کی مؤیدات میسر ہیں ایسے میں مولانا کا فہم قرآن اور فقہی تفہیم کی وسعت بیک وقت ہمارے سامنے آتی ہے اور مولانا اپنے خاص کلامی انداز میں آیات قرآنیہ اور فقہ حنفی کے فلسفہ میں توافق اور تطابق پیدا کرتے ہیں ایسے میں متعلقہ آیات کی توضیح کے حوالے سے آپ کے تفسیر کا عنوان مسائل مستنبط ہوتا ہے، مولانا خود ایک اجتماعی فکر رکھتے تھے اس لئے وہ فقہی مسائل سے اجتماعی و سیاسی استدلال بھی پیش کرتے ہیں اور عائلی مسائل اور اجتماعی و سیاسی معاملات میں کس لطافت کے ساتھ موافقت و مطابقت پیدا کرتے ہیں

۷: حکیمانہ انداز

قرآن کریم کی اپنی ایک الگ شان ہے اس کے مباحث میں جو اشارے اور کنائے ہیں ان کو سمجھنا اور ان کی ایسی توجیہ کرنا جو دافع اشکال ہو اور قاری قرآن کو اطمینان قلبی کی کیفیت بھی عطا ہو اس تفسیر میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں امام لاہوری قرآنی مقامات کی ایسی حکیمانہ توضیح کرتے ہیں جو دافع اشکالات ہوتی اور مقام کو نہایت حکیمانہ بصیرت سے حل فرماتے ہیں۔

۸: علوم و معارف ولی اللہی کی ترجمانی

امام لاہوریؒ خصوصی وصف جو انہیں اپنے معاصرین سے اُسے ممتاز کرتا ہے وہ شاہ ولی اللہ کی قرآن ی بصیرت کو اول تا اخر اپنے اندر سمو لینا ہے، چنانچہ آپ کی تفسیر میں شاہ صاحب کی فکر کا عکس غالب ونمایاں ہے شاہ صاحب کی مخصوص قرآنی اصطلاحات جیسے تذکیر بالا اللہ، تذکیر بایام اللہ، تذکیر بالموت وبمابعد الموت اور مخاصمہ بالیہود، مخاصمہ بالنصاری، جابجا نظر آتی ہے، تفسیر میں مولانا کو جہاں بھی شاہ صاحب کی وسعت فکر ونظر اور اجتماعی نظم وسیاست کے حوالے سے نکات ملے مولانا ان سے بھر پور استفادہ کرتے ہوئے اس پر روشنی ڈالتی ہے

۹: ولی اللہی علوم و معارف سے خصوصی استفادہ کے اثرات

شاہ صاحب کی فکر و فلسفہ میں جو وسعت ،تعمق اور جامعیت کی شان ہے، اس سے استفادہ کے سبب دین کے ہر شعبے کی جامع تعبیر کی جاسکتی ہے جس کی بدولت باہمی انتشار و افتراق پر قابو پاکر معاشرے کی عملی فکری اور اصلاحی و جامع تعمیر وتطہیر کی جاسکتی ہے مولانا لاہوری چونکہ مولانا سندھی کے شاگرد ہیں، اسلئے

امام لاہوریؒ کے ہاں علوم ومعارف ولی اللہی سے اخذ و استفادہ وسیع بنیادوں پر کیا جاتا ہے کہیں معیشت و اقتصاد کی بحث ہو یا اجتماعیت و سیاست کا کوئی شعبہ ہو اس کی درس وتفسیر میں فکر ولی اللہی پس منظر میں صاف جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ شاہ صاحب جس طرح فلسفیانہ انداز میں بات سمجھاتے ہیں اور مسلسل عقلی دلائل دیتے ہیں امام لاہوری بھی ان کے تتبع میں اسی طرح کا کلامی اور عقلی انداز اختیار کرتے ہیں۔

۱۰: شاہ ولی اللہ جیسا تطبیقی انداز اور اسلوب

مختلف ومخالف آراء میں باہم مطابقت پیدا کرنا شاہ صاحب کا خاص فن ہے کبھی کبھی یہ تطبیق فقہی معاملات میں پیش آتی ہے اور کہیں فہم قرآنی میں اس میں ایسا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے جو جدت و ندرت کے ساتھ ساتھ دین و دنیا میں مطابقت پیدا کر دے امام لاہوری بھی اسی انداز سے پیش فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم اسے تسلیم بھی کرتے ہیں

۱۱: شاہ ولی اللہ کی علمی اصطلاحات کا استعمال

امام لاہوری کا قرآنی بصیرت کے حوالے سے ایک خصوصی مرجع شاہ صاحب کی ذات گرامی ہے، ان کی فکر کا عکس مولانا لاہوری کے ہاں بدرجہ اتم واکمل پایا جاتا ہے، اور شاہ صاحب کی اصطلاحات کو اکثر جگہ استعمال کیا جاتا ہے مولانا لاہوری اپنے درس قرآن اور ترجمہ میں اس کا خاص لحاظ رکھتے ہیں جیسے الفوز الکبیر میں علوم خمسہ کی اصطلاح اور شاہ صاحب کی دیگر جامع اصطلاحات کو اپنے درس میں جابجا استعمال کرتے ہیں جس کثرت وتواتر سے اپ نے ولی اللہی اصطلاحات کا استعمال اور ان سے استفادہ کیا ہے شاید ہی کسی دیگر مفسر نے اس وسعت کے ساتھ اخذ واستفادہ کیا ہو۔

۱۲: مخاصمہ کا ولی اللہی انداز

الفوز الکبیر میں مذکور علوم خمسہ میں ایک علم علم المخاصمہ بھی ہے جس میں شاہ صاحب نے مخاصمہ بالیہود، مخاصمہ بالنصاری اور مخاصمہ بالمنافقین کے انداز کی وضاحت اور اسکی متعدد قرآنی امثلہ پیش کی ہیں امام لاہوریؒ نے اپنے درس تفسیر میں کہیں مخاصمہ کی اصطلاح استعمال کی ہے اور کہیں اس مخاصمہ کے انداز سے استفادہ کیا ہے بادی النظر میں یوں لگتا ہے کہ جیسے علوم ولی اللہی سے استنباط کیا جا رہا ہے بعض مقامات میں جامع اختصار کے ساتھ علوم ولی اللہی سے استفادہ صاف نظر آ رہا ہے، اسی طرح منافقین اور نصاری کے ساتھ ولی اللہی انداز کے مخاصمے کی کئی امثلہ آپ کی تفسیر میں موجود ہیں۔

''تفاسیر امام لاہوری'' کو مرتب کرنے کا عزم اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کی سعادت

امام لاہوری کے درس قرآن اور تفسیر اپنی گونا گوں خصوصیات خلاصہ سورہ ورکوع، استنباط مسائل،

نظم قرآن کے اہتمام اور شاہ ولی اللہ کے افکار سے استفادہ کے سبب بہت جامع مانع اور ہمہ گیر ہیں ان کی تفسیر کی ایک خصوصیت نئے قرآنی عنوانات قائم کرنا ہے جن میں ندرت فکر کے ساتھ ساتھ اتنی تازگی ہے کہ وہ آج کے حالات پر بھی منطبق ہو سکتے ہیں، اس طرح کے متعدد عنوانات، استنباط فکر کی ندرت کے سبب بڑے منفرد ہیں بایں وجوہ یہ تفسیر ایک طرف اسلاف کی فکر کا نمائندہ ہے، دوسری جانب آج کے حالات میں بھی ہماری بھر پور رہنمائی کرتا ہے۔ضرورت اس امر کی تھی کہ امام لاہوری کے دورس کو تحریری شکل میں پیش کر کے امام لاہوری کی قرآنی فکر کو عام تر کیا جائے تا کہ معاشرے کے اندر ایک فکری وسعت اور کشادگی پیدا ہو،اور امام لاہوری کے علوم و معارف تک ہر عام و خاص کی رسائی ہو،مولانا اپنی تفسیر میں عالمگیر و آفاقی حقائق اور قرآنی تعلیمات کو اس طرح ساتھ ساتھ لے کر اس پر روشنی ڈالتے ہیں تا کہ قرآنی نتائج فکر کسی عقلمند اور زیرک انسان کے لئے اجنبی نہ رہیں، شاہ صاحب کی فکر اصل میں اسی عالمی آفاقی انقلاب کی علمبردار ہے اور مولانا لاہوری اسی فکر کے معتمد شارح ہیں ۔ درسِ قرآن کریم کی یہ خصوصیات دیگر شیوخِ تفسیر کے دورہائے تفسیر میں شاید نہ مل سکے، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت اور وقت کا تقاضا بھی تھا کہ لاہوری کے تفسیری افادات کو اس انداز سے منظر عام پر لایا جائے۔جیسا کہ اس کا انداز واسلوب درس تھا تا کہ علوم ولی اللہی کے اس معتمد شارح کے افادات سے تشنگان علم تفسیر سیراب ہو سکے اور یہ خدمت امتِ مسلمہ کے لیے بالعموم اور علماء وطلباء دین کے لیے بالخصوص تعلیمی وتدریسی میدان میں عظیم انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی اور قرآن کریم کے دروس کے نام پر بعض ماڈریٹ طرزِ تفسیر اور عامیانہ تجدد پسندی کی لغویانہ حرکتوں سے نجات بھی مل جائے گی، اور یہ اس دور فتن میں ایک نعمت سے کم نہ ہوگی اس تشنگی اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے امام لاہوری کے مایہ ناز شاگرد، شیخ المشائخ مولانا عبدالحق کے فرزند ارجمند، مہتمم جامعہ حقانیہ استاد گرامی مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس تفسیر کو مرتب کرنے عزم کیا، چونکہ امام لاہوری کے دورہ تفسیر سے مستفید ہونے والے ممتاز شاگردوں میں سے آپ کے نامور شاگرد، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم بھی تھے،جنہیں اللہ تعالی نے بے پناہ عملی مشاغل کے باوجود علمی دنیا کے بلند مقام سے نوازا، جسے محض حق تعالی شانہ کا فضل اور مولانا موصوف کے عظیم، باکرامت ولی، پدر مکرم مولانا عبد الحق صاحب قدس سرہ کی زندہ کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

۱۹۵۸ء انہوں نے حضرت امام لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھا تھا، دورانِ درس آپ کے تفسیری افادات کو جمع بھی فرماتے رہے جو ایک مجموعہ کی شکل میں محفوظ ہو گئے تھے، اس مجموعہ کو مرتب و مدون کرنے کا دیرینہ داعیہ جب روبعمل ہونے لگا، تو اس مجموعہ کے سن تسوید سے دو چار سال قبل اور دو چار سال بعد کی آمالی سے استفادہ بھی کیا گیا اور حسبِ ضرورت حضرت لاہوریؒ کے مطبوعہ علمی افادات سے رہنمائی بھی لی

گئی، اس طرح یہ مجموعہ بحمد اللہ تیاری کے مراحل میں ہے، محنتِ شاقہ کا یہ ثمرہ تقریباً ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہوگی، جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے الہامی ولدنی افادات سے آراستہ اور مولانا عبید اللہ سندھی کے الاعتبار والتاویل سے معمور ہونے کا منفرد اعزاز حاصل ہوگا۔ان شاء اللہ

تفاسیر امام لاہوری کی ترتیب میں مولانا سمیع الحق کا نہج واسلوب وطریق کار

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم ایسا ناپید کنار ہے کہ جس میں غوطہ زن ہونے والے ہر دور اور ہر زمانے میں نت نئے موتی اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کرتے آرہے ہیں، اور قیامت تک یہ سلسلہ مبارکہ بدستور اسی طرح جاری وساری رہے گا، سینکڑوں پہلوؤں کے متعلق قرآن کریم کی تفسیر میں دنیا کی مختلف زبانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں لکھی گئی ہے اور تاہنوز لکھی جارہی ہے، مگر تشنگی کا احساس بدستور باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔

ولی کامل ،زینت المحد ثین ،شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالحقؒ مرقدہ کے قابل فخر فرزند ارجمند استاد مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ بھی اس کار خیر کے اس مبارک سلسلہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل کرتے ہوئے حضرت امام المفسر ین مولانا احمد علی لاہوری کے تفسیری افادات کو ''تفاسیر امام لاہوری'' کے نام سے مرتب ومدوّن کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور یہ گراں قدر علمی وتفسیری خدمت تھی جس کا شرف اوراس کو مدون کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ کے حصے میں ڈالی ورنہ امام لاہوری کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہیں اور امام لاہوری نور اللہ مرقدہ سے اس دور کے قابل قدر شاگردوں اور تلامذہ نے ان کے دورہائے تفسیر یہ میں شرکت کرکے علم التفسیر کا فیض حاصل کیا جس میں چند نمایاں اور قابل ذکر نام گرامی علماء درج ذیل ہیں، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، مولانا مفتی محمود، مولانا علامہ علاؤ الدین صدیقی ،مولانا عبدالحلیم دیر بابا، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی ، مولانا معین الدین لکھوی وغیرہ شامل ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جلیل القدر خدمت کے لئے فرزند حقانیہ مولانا سمیع الحق مدظلہ کو چنا اور موصوف سے یہ خدمت لی، مولانا سمیع الحق مدظلہ اس تفسیر کو تمام جہات سے جامع بنانے کے لئے بھرپور کوشش اور سعی کی ہے اسی بناء پر اس تفسیر کو ''جامع التفاسیر امام لاہوری'' یا ''علوم لاہوری کا انسائیکلوپیڈیا'' بھی کہا جاسکتا ہے۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ امام لاہوری کے افادات تفسیر ہے اور فرمودات قرآنیہ کو یکجا کرے ایک گنج گراں مایہ کی شکل میں عاشقان کلام الٰہی اور مشتاقان قرآن کے لئے ایک حسین وعظیم تحفہ پیش کریں گے، چونکہ افادات و دروس امام لاہوری ممتاز خصوصیات کی حامل ہیں جس کو بالتفصیل ذکر کردیا گیا ہے، لیکن

ضروری اور مناسب یہ ہے کہ ''تفاسیر امام لاہوری'' میں مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس کی جمع وتدوین میں جن اصول وقواعد، اسلوب ونہج اور خصوصیات ومزایا کی رعایت رکھی ہے اور جن اوصاف کے یہ حامل ہے اس پر روشنی ڈالی جائے، ذیل ان خصوصیات کو مختصراً ذکر کیا جائے گا۔

۱: آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ مکمل رکوع (متن) ذکر کرکے رکوع میں موجود تمام آیاتوں کا ترجمہ بین السطور میں حسن ترتیب سے لگاتے ہیں اور اس اہتمام میں بھرپور احتیاط سے کام لیا جاتا ہے، اور اہم بات یہ ہے کہ ترجمہ بھی خود امام لاہوری کا ہے۔

۲: اس کے بعد امام لاہوری کے طرز کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس رکوع کا خلاصہ نمایاں کرکے پیش کرتے ہیں اور ذیل میں ماخذ کا ذکر کرتے ہیں۔

۳: ہر آیات پر معنی خیز اور جامع عنوان لگا کر ہر ایک آیات کا ایک جامع خلاصہ اس عنوان میں سمیٹنے کی کوشش فرماتے ہیں۔

۴: آیات کریمہ کے ذیل میں بعض مرتبہ تفصیلی مباحث اور بعض علمی اور مبینہ نکات اور باتیں بھی مستقل اور جامع عنوان کے متقاضی ہوتے ہیں تو مولانا سمیع الحق مدظلہ اس پر مستقل عنوان لگاتے ہیں۔

۵: امام لاہوری کی طرز والفاظ میں کمی وبیشی نہیں کرتے بلکہ بھرپور علمی دیانت وامانت کا حق ادا کرتے ہوئے امام لاہوری کے افادات کو من وعن پیش کرنے کا بھرپور اہتمام کرتے ہیں۔

۶: چونکہ امام لاہوری کا ماخذ شاہ ولی اللہؒ ہے تو جہاں جہاں امام لاہوری نے شاہ صاحب کی کتابوں خصوصاً حجۃ اللہ البالغۃ کا ذکر یا اس کا کوئی عبارت بیان فرمایا ہے تو وہی مولانا سمیع الحق مدظلہ نے حواشی میں وہ تمام عبارت نہایت خوش اسلوبی سے لگا کر حسن تالیف میں اضافہ کردیا ہے۔

۷: تفسیر امام لاہوری کی تیاری ان مسودات سے کی جارہی ہے جو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے امام لاہوری سے چالیس پچاس سال پہلے لکھی تھی، لہٰذا ان مسودات کے بعض صفحات نہایت بوسیدہ ہوچکے ہوتے ہیں بعض مقامات پر اگر کہیں ابہام کی صورت پیش آتی ہے تو ابہام کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور اس جگہ پر مزید تفصیل کیلئے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کی فوائد عثمانیہ سے حاشیہ لگا کر اس ابہام کا ازالہ کردیا گیا ہے۔

۸: چونکہ ''تفاسیر امام لاہوری'' ایک دائرہ المعارف اور علوم امام لاہوری انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے تو ہر ایک رکوع میں جہاں جہاں بعض آیاتوں میں ان مسودات کے علاوہ امام لاہوری نے اپنے خطبات یا مجالس میں ان باتوں پر کہیں کچھ روشنی ڈالی ہے تو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے نہایت سلیقے سے ہر رکوع کے بعد تحریری افادات (جو خالصتاً امام لاہوری نے از خود تیار کی ہے) وہ لگاتے ہیں، اس کے علاوہ

جہاں کہیں کسی آیات پر انہوں نے کسی مجلس میں روشنی ڈالی ہے تو اس آیات کے رکوع کے آخر میں مجلسی افادات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

۹: مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس کی ترتیب وتدوین میں زیادہ غور وخوض سے کام لیا ہے وہ پیرانہ سالی اور دیگر مشاغل کے باوجود رات دن ایک کر کے اس کی تصحیح وعنوانات لگانے میں مشغول رہتے ہیں، اور مسودات چیک کرنے میں منہمک رہتے ہیں، ان شاء اللہ اس میں کسی ایسی بات کی گنجائش نہ ہوگی جس پر کل کلاں کو انگلی اٹھا سکیں، نہ اس میں حقائق سے ہٹ کر کوئی بات ہوگی صداقت کو صداقت کی طرح پیش کر دیا گیا ہے۔ان شاء اللہ اس تفسیر سے ہر مسلک پر طبقہ کے متوسلین فائدہ اٹھائیں گے۔

۱۰: انداز بیان میں سادگی، ندرت اور علمی چاشنی جگہ جگہ محسوس ہوگی، امام لاہوری کے الفاظ کا بھرپور احتیاط کے ساتھ خیال رکھا گیا ہے۔

۱۱: تفسیر میں موجود احادیث مبارکہ کی امہات کتب سے تخریج کی گئی ہے۔

۱۲: تفسیر چونکہ تیاری کے مراحل میں ہے اور مسلمانان عالم اور اہل علم اس کے منظر عام پر آنے کی شدت سے انتظار کر رہے ہیں، تو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے موجودہ زمانے کے اکابر و اہل علم سے ان کی توثیق وتقریظ کیلئے برصغیر کے نامور علماء ومفسرین کو ایک مسودہ تیار کر کے ان کی خدمت میں پیش کیا ہے تاکہ اس پر اپنے تاثرات قلمبند کریں، لہٰذا اس میں اہل علم کے تاثرات بھی شامل ہوں گے۔

آخر میں ایک بات تحدیث بالنعمت کے طور پر ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس خدمت کو اپنے لئے سعادت مندی سمجھتا ہوں کہ مجھے مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس قابل سمجھا کہ میں ان کے ساتھ اس تفسیر میں معاونت کروں، میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ اس کام میں پورے اخلاص کے ساتھ اس پر کام کر سکوں۔ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی ہے......

ایں سعادت بزور نیست
تانہ بخشند خدائے بخشند

اب اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان تفسیری کاوش کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائے اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کی عمر میں برکت ڈالے تاکہ اس عظیم الشان علمی جواہر پارے سے مسلمانان عالم مستفید ہو سکے۔

پروفیسر محمد رشید ارشد *

فلسفے کی مذہبی ضرورت

فلسفہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب مختلف انداز سے دیا گیا ہے۔ سقراط کے نزدیک یہ موت کی تیاری کا عمل ہے۔(۱) افلاطون کی رائے میں فلسفہ چیزوں کی تحدید وتعریف کا نام ہے۔(۲) کلاسیکی روایت میں فلسفہ اصلاً مابعد الطبیعیات کا نام تھا۔ سب سے اہم سوال یہی تھا کہ وجود اپنی اصالت اور مظاہر میں کیا ہے۔ ایمان کی اولین مخاطب عقل ہے۔ انسان کا اصل شرف یہ ہے کہ وہ عقل رکھتا ہے جس کے بارے میں امام غزالی کا یہ کہنا کہ عقل ایک ایسا حاکم ہے جس کو نہ کوئی معزول کرسکتا ہے اور نہ اس کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔(۳) خود نفسِ ایمان اصطلاح میں مابعد الطبیعی ہے۔ ایمان نام ہی ہے الغیب پر یقین کا۔(۴) لہٰذا اس کے اولین یا واحد مخاطب، یعنی عقل کے اندر مابعد الطبیعی حقائق اور امور کی قبولیت اور اثبات کا مادہ ایک تو خِلقی ہونا چاہیے اور دوسرے یہ کہ اس مادہ تعقل کی بنیاد پر عقل کے ارادی استعمال سے کچھ ایسے نتائج ضرور اس کے کریڈٹ میں ہونے چاہئیں جو اس دعوے کو محتاجِ دلیل نہ رہنے دیتے ہوں کہ عقل مابعد الطبیعیت (metaphysicality) سے ایک خِلقی مناسبت بھی رکھتی ہے اور اسے اپنے تخیلات، تصورات اور افکار کی تشکیل میں استعمال بھی کرتی ہے۔ اسی بات کو فلسفیانہ تناظر میں بیان کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ عقل اپنے معروض (object) سے تین طرح کا تعلق لازماً رکھتی ہے۔ پہلا تو یہ کہ یہ اسے ایک ادراکی کل کا حصہ بناتی ہے، دوسرا یہ کہ اس کی تجرید کرتی ہے، اور تیسرا یہ کہ اس معروض کے ساتھ اپنی ماورائیت اور غیریت کو برقرار رکھتی ہے۔

مناہج تعقل اور مابعد الطبیعی

یہ تینوں منہجِ تعقل، عقل کے بارے میں اس بات کو یقین سے کہنا ممکن بنا دیتے ہیں کہ اس کی تمام فعلیت ایک مابعد الطبیعی اساس رکھتی ہے، جس کی مستقل کارفرمائی کی وجہ سے عقل، معقولات کو اشیا کی حیثیت سے اپنے باہر نہیں بلکہ تصور وغیرہ کی سطح پر اپنے اندر تشکیل دیتی ہے۔ اپنے معروضات سے ماورائیت (transcendence) کا یہ مستقل مزاج اتنا باور کروانے کیلئے کافی ہے کہ عقل، اپنی لائقِ ادراک ساخت

---

* پروفیسر شعبہ فلسفہ، جامعہ پنجاب، لاہور

میں بھی ایک ایسا مابعد الطبیعی پن رکھتی ہے جس کا مصداق میسر نہ آئے تو بھی وہ تعقل کے تمام دائروں میں مرکزی حیثیت سے اپنا موثر کردار ادا کرتا رہتا ہے۔ عقل کو بدل کر اگر ذہن کی اصطلاح استعمال کی جائے تو بھی پوری بات یہی رہتی ہے کہ ذہن علم کو مسلمات میں ڈھالنے کی جو ایک مستقل اور مطلق خواہش رکھتا ہے، وہی اس کا جوہر ہے۔

ذہن کے لئے مفید شعور اور موجب علم مادہ

دوسری طرف محسوسات ذہن کیلئے کبھی مسلمات نہیں بن پاتے کیونکہ ان کی صورت میں استقلال تو ہوسکتا ہے لیکن معنی میں نہیں۔ یعنی صورت کے ساتھ معنی بھی اگر مستقل نہ ہو جائیں تو ذہن اپنے معلومات کو مسلمات کا درجہ نہیں دیتا۔ اسی لئے حسی اور تجربی علوم، ذہن کے اندر تسلیم کی ایسی فضا نہیں پیدا کرتے جس کی بدولت یہ کسی خاص رخ پر اپنی تفتیشی حرکت کو روک لے اور کسی خاص معاملے میں سوال کی حالت سے نکل آئے۔ ذہن کی یہ مطلوبہ حالتِ تسلیم علم کے مقابلے میں ایمان سے زیادہ سازگاری رکھتی ہے اور شہود کی نسبت غیاب سے زیادہ مناسبت۔ ذہن کا یہ مادہ جو ایمان کو مفیدِ شعور اور موجبِ علم بنا لیتا ہے اگر ذہن کو درکار آزادی اور مقصدیت کے ساتھ اپنی نشو و نما کے عارضی اور مستقل مراحل سے گزرتا ہے تو ایمانیات بھی شعور کے وسعت پذیر دائروں میں اپنی حتمی مرکزیت نہ صرف یہ کہ برقرار رکھ سکتے ہیں بلکہ یہ شعور کی متنوع فعلیتوں کی مستقل اور transcendental اساس بھی بن سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ایمان کا main character یعنی خدا، معلوم ہونے اور موجود ہونے کی ذہنی اور خارجی کلیتوں کو اپنے اقرار میں، شعور کیلئے موجبِ تسکین اقرار میں، ایک کر دیتا ہے۔

وجود اور شعور کی دوئی کا خاتمہ

یہاں اقرار کا ذکر اس لئے کیا کہ ایک تو خود ایمان اقرار ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شعور انکار کو محفوظ نہیں رکھتا، یہ کسی چیز کا اقرار کر کے ہی اپنے موقف کی تعمیر کرتا ہے۔ انکار شعور کا فعل تو ہے حال نہیں، ورنہ شعور ایک خلا میں بدل کر رہ جائے۔ اس کا ہر انکار یا تو کسی اقرار کی بنیاد پر ہوتا ہے یا اس اقرار کی تکمیل کیلئے ہوتا ہے۔ شعور کی اس بناوٹ کا، یعنی مبنی بر اقرار بناوٹ کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ اس کیلئے سب سے بڑا مسئلہ بلکہ مقصودِ واحد یہ ہے کہ اسے وہ حال حاصل ہوجائے جہاں ذہنی اور خارجی یا زیادہ واضح لفظوں میں، وجود اور شعور کی دوئی ختم ہوجائے۔ اس کیلئے یہ کوئی ایسا کلی مفروضہ یا تصور ڈھونڈنے اور تشکیل دینے میں لگا رہتا ہے جس میں پہنچ کر وجود اور علم ایک ایسی اکائی میں ڈھل جائیں کہ ایک کا نام دوسرے پر صادق آسکے۔ یہ شعور کی ایمانی ساخت ہے اور یہ مطالبہ شعور کی ایمانی ساخت کے بغیر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

خدا کو مان لینا اسی اقتضا کی حتمی تسکین اور تکمیل کر دیتا ہے۔ ذہن کے پاس خدا کے سوا کوئی ایسا وحدت ساز تصور موجود نہیں ہے جو معلوم اور موجود کی حقیقی عینیت کا نہ صرف یہ کہ احاطہ کر لے بلکہ وجود اور شعور کی اطلاقی کثرت کو ہم اصل بنا دے۔

ایمان کیلئے ناگزیر علمی تشکیلات

یہی وجہ ہے کہ علم کا کل اپنے مابعد الطبیعی جوہر پر استواری کی حالت میں جتنا بڑھتا جائے گا اتنا ہی ایمان کے محتوا (content) یعنی وجود کے کل کے ساتھ اس کی موافقت ترقی کرتے کرتے ایک ایسی عینیت تک پہنچ جائے گا جہاں ذہن موضوع و معروض کی دوئی (subject-object duality) کو خارجی اقلیم میں برقرار رکھتا ہے، لیکن داخلی اقلیم میں یہ دوئی حاضر فی الادراک نہیں رہتی۔ ویسے بھی ذہن اور اس کے معروض میں اور سے تعبیر کیا جا سکنے والا فاصلہ وجودی اصطلاح میں کبھی ختم نہیں ہوتا البتہ علم کے حتمی تناظر میں اس کا استحضار نہیں رہتا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ذہن میں حقائق کے عنوان سے ایک ایسی سطح رونما ہو جاتی ہے جس کے تجربے سے علم تصور اور تصدیق کی معروف correspondence سے نکل جاتا ہے اور اسے ان دونوں میں امتیاز کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ تیقن کا آخری درجہ ہے جس کے حصول کی بدولت وجود کی مابعد الطبیعیت یا مطلق ماورائیت ذہن میں محصور ہو جانے کا تاثر اور تصور پیدا کئے بغیر خود ذہن کیلئے انتہائی مرتبے پر حقیقی ہو جاتی ہے۔ یہی ذہن کا وہ انفعال ہے جس کے عمل میں آئے بغیر ذہن کو ادراک، تخییل وغیرہ کا بنیادی مادہ میسر نہیں آ سکتا۔ ایمان کی علمی تشکیلات جو ناگزیر ہیں، انکے process کو سمجھنے کیلئے علم کی اس تعریف کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے جس کے مطابق علم اپنی تکمیلی صورت اور حالت میں موضوع اور معروض دونوں کی خود ورائی (self transcendence) کے شعور میں آ جانے کا نام ہے یعنی شے اپنے رسمی (formal) وجودی حدود اور ذہن اپنے معمول کے ادراکی قیود سے ورائیت حاصل کئے بغیر علم کے اتمام و کمال یعنی مذہبی اصطلاح میں تیقن اور علمیاتی اصطلاح میں اس مستقل تناظر تک نہیں پہنچ سکتا جس تک رسائی ہوئے بغیر جاننے کا عمل ماننے پر منتج نہیں ہوتا۔ ایمان اپنی ساخت ہی میں جاننے اور ماننے کی ایسی اکائی کا نام ہے جس میں پہلا عنصر مغلوب رہتا ہے اور دوسرا غالب۔ یہی ہر طرح کے علم کا بنیادی حال ہے۔ ہر طرح کے علم سے مراد حقیقت کو اپنا ہدف بنانے والے علوم ہیں۔

ایمانی شعور کے فلسفیانہ نتائج

شعور کی مابعد الطبیعیات سے مناسبت کا بڑا اظہار چونکہ فلسفے میں ہوا ہے لہٰذا فلسفے کو نہ مانتے ہوئے بھی اسے جاننا ذہن کی ایمانی استعداد کو بڑھا سکتا ہے۔ دینی ذہن کا فلسفے سے جو بھی مفاد ہے وہ

بہت بنیادی ہوتے ہوئے بھی بس اتنا ہے کہ مابعد الطبیعی امور سے مناسبت رکھنے والے ذہن کو ایمان کی تکمیل کیلئے درکار صلاحیتِ تصور بھی حاصل ہوجائے اور قوتِ تصدیق بھی۔ ایمانی شعور کو فلسفیانہ نتائج اور نظریات سے کچھ نہیں لینا ہوتا لیکن فلسفیانہ صلاحیت کا فقدان یا اس سے بے خبری کی بنیاد پر وجود میں آنے والی بے نیازی اس کیلئے کچھ پہلوؤں سے مضر ہوسکتی ہے۔ ان میں سے سب سے بڑا پہلو وہی ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے کہ الغیب سے وہ مناسبت نصیب نہیں ہوتی جو ذہن کو اس کی فعلیت اور انفعال دونوں کے ساتھ ایمان سے متعلق رکھتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ الغیب اگر ذہن کیلئے بھی موجبِ تسکین نہ ہو تو ایمان کے کئی مطالبات جو ذہنی بھی ہوسکتے ہیں اور عملی بھی، پورے نہیں ہوسکتے۔

فلسفہ سے بنیادی آگاہی کی ضرورت

یہ دیکھنا بھی مفید ہوگا کی ایمان ایک بہت مرکزی جہت سے ام الشعور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے شعور کی تمام انواع کی کفالت ہوتی ہے یا ہونی چاہیئے۔ مجموعی شعور میں اپنی مستقل faculties کے درمیان ایک وحدت خیز تعلق کا جو نظام چل رہا ہے اگر ایمانی ذہن اس سارے نظام اور mechanism کو تصرف میں نہیں لاتا تو پھر ایمان کا ام الشعور ہونا خود اس سے اوجھل رہ جائے گا، اور یہ مجموعی شعور کیساتھ ساتھ خود ایمانی شعور کیلئے بھی نقص کی بات ہوگی۔ قدیم سے آج تک مجموعی شعور کے mechanics اور اس کے تالیفی دروبست کی تحقیق کا جو بھی کام ہوا ہے اس میں فلسفے کا حصہ دیگر علوم سے زیادہ ہے۔ تو ان معنوں میں بھی فلسفے سے بنیادی آگاہی ضروری ہے تاکہ ایمان کا بڑا مقصود یعنی شعور پر اس کی حاکمیت، نظرانداز نہ ہوجائے۔ فلسفے کی صحت یقیناً جزوی، عارضی اور مشتبہ ہے، تاہم ایک ذہنی صلاحیت کے طور پر اس پر دسترس ہونا اسلئے بھی تقریباً ناگزیر ہے کہ اس کی مدد سے ایمانیات ذہن کیلئے اجنبی اور علم کے دائرے سے لاتعلق نہیں رہتے۔

ذہن معانی کا گھر

ایک اور پہلو سے بھی فلسفہ ذہن کی ایک بنیادی استعداد کو بیدار کرنے میں بڑا کردار رکھتا ہے۔ ہائیڈیگر کے بقول زبان وجود کا گھر ہے۔ (۵) ذہن کی ایک خاص قوت معنی کو صورت سے آزاد رکھنے یا کروانے میں صرف ہوتی ہے۔ اس کی ذرا سی تفصیل یہ ہے کہ ذہن معانی کا گھر ہے، وہ معانی جو صورت سے حاصل ہوکر بھی صورت سے زیادہ کامل ہوتے ہیں۔ ویسے معنی کی تعریف ہی یہ ہے کہ ادراک میں آکر شے خود اپنے اظہار کے حدود وقیود کو توڑ دیتی ہے۔ معلوم شے صورت کے قوانین کے ساتھ موجود شے سے زیادہ مکمل ہوتی ہے۔ اس بنیاد پر ذہن اپنے معروضات سے ایک ایسا تعلق رکھتا ہے جس میں وہ شے سے موافقت کو ملحوظ رکھتا ہے لیکن اس میں محدود نہیں رہتا۔ شے کو اپنا موضوع بنا کر اور اس کے صحیح ادراک کو

حاصل کرنے کا قصد کر کے بھی ذہن شے کے ساتھ برائیت کی ایک فعال نسبت ضرور رکھتا ہے اور اسی نسبت کی بدولت معنی وجود میں آتے ہیں۔ یہ صورت اور معنی کا وہ تعاملی نظام (Interactive Process) ہے جو ذہن کی فطرت میں داخل ہے، اور انسان کے پیدا کئے ہوئے تمام علوم میں سے ایک فلسفہ ہی ہے جو اس نظام کو غیر شعوری نہیں رہنے دیتا بلکہ ادراک اور تصرف میں لے آتا ہے۔ فلسفے کی بیشتر روایتوں میں ایک مزاجِ علم مشترک ہے اور وہ ہے علامتیت (Symbolism) کا مزاج۔ علامتیت (Symbolism) سے حتمی مراد یہ ہے کہ شے اپنے مراتبِ ہستی کو اور اپنے حقائق وجود کو خود سے منکشف نہیں کرتی بلکہ یہ ذہن ہے جو شے پر عمل کر کے ان مراتب و مدارج کا انکشاف کرتا ہے۔ یہ انکشاف اپنی clinical ساخت میں ظاہر ہے کہ تصور ہی ہے، لیکن یہ تصور ایسا ہے جو تصدیق سے متعلق مگر اس پر حاکم ہوتا ہے۔ علامت (Symbol) یہی ہے۔ شے سے متعلق اور اس پر حاکم۔ اس علامتیت (Symbolism) سے مانوس ہو کر شعور میں جو فضا پیدا ہوتی ہے وہ سب سے زیادہ ایمانیات کیلئے سازگار ہے۔ یعنی سارا کارخانہ شہود اپنے تمام تر علمی و عینی پھیلاو کے ساتھ غیب پر دلالت کرتا ہے، وہ غیب جو علم اور وجود، دونوں کی اصل ہے اور جس کا محل ذہن اور شے کے جبری تعلق سے مطلقاً ماورا ہوتے ہوئے بھی اگر کہیں ہے تو وہ ذہن ہے، شے مشہود نہیں۔

فلسفہ دانی ایک ضرورت

فلسفے کی اصطلاح میں علامت (Symbol) کا جوہر یا مبدا و مرجع حقیقت ہے۔ فلفسیانہ ذہن اس حقیقت کو تجرید، تخیل، تعقل وغیرہ کی مدد سے مجملاً لائقِ ادراک اور مفصلاً قابلِ اثبات بناتا ہے۔ اگر فلسفے کے طریقہ کار تک رہا جائے اور اس کے مقاصد سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو حقیقت اور ذہن یا عقل کے تعلق کی دریافت کیلئے کی جانے والی تمام ذہنی کاوشیں ایمان سے مانوس کر دینے والی ایک نتیجہ خیز قوت میں ڈھل سکتی ہیں۔ جس ذہن میں معنی کی تعمیر کا عمل اس سطح پر نہ ہو رہا ہو جو اوپر بیان ہوئی ہے تو وہ ذہن ایمانیات کا خود اپنے لئے قابلِ اعتبار مخاطب یا حامل نہیں بن سکتا۔ اس لحاظ سے بھی فلسفے سے اصولی طور پر باخبر رہنا ایمانی ذہن کیلئے مفید ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ ایمان محض ذہنی construct نہیں ہے، اس کی تقویت اور تکمیل کا سارا عمل عقلی اور ذہنی نہیں ہے، لیکن اگر مقصود یہ ہے کہ ذہن کو ایمان کا ظرف بنایا جائے تو پھر اوپر ذکر کی گئی چیزیں جواز اور افادیت رکھتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا جس سے یہ تاثر ملتا ہو کہ فلسفہ دانی خود ایمان کی ضرورت ہے۔

فلسفیانہ علوم ریاضی اور منطق

فلسفے نے کم از کم دو ایسے علوم پیدا کئے ہیں جنہیں نظر انداز کر کے ایمان پر استدلال کرنے والا علمِ کلام وجود ہی میں نہیں آ سکتا۔ اور وہ دو علوم ریاضی اور منطق ہیں۔ ریاضی سے حقیقت کا موجود فی الخارج

ہونا ثابت ہوسکتا ہے اور منطق سے اس کا موجود فی الذہن ہونا۔اس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ ریاضی نے لامتناہی (infinite) کوموجبِ ادراک بنادیا۔ ریاضی نے لامتناہی کو soul of all definitions کے طور پر منوالیا ہے۔اس بنیاد پر ریاضی میں دیگرانسانی علوم کے مقابلے میں اثباتِ وجودِ باری کی استعداد زیادہ پائی جاتی ہے۔خارج کا تحقق ہی اگر غیرمتناہی کے اثبات سے مشروط ہوجائے تو اس سے خدا کے موجود ہونے پر ایمان لانا عقل کیلئے بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ جہاں تک منطق کا تعلق ہے تو منطق کلیات کومنبعِ علم بنانے سے عبارت ہے۔کلی کی ذہن میں وہی حیثیت ہے جو لامتناہی کی خارج میں ہے۔کلیات کومقومِ وجود اور معروف شے مان لینے سے اوراسے علم کی تشکیل میں لازم ٹھہرالینے سے منطق میں حق اور شعور کے تعلق کی ایک فطری عقلی بنیاد حاصل ہوجاتی ہے۔یعنی کلیات جو categories of knowledge and being دونوں ہیں اگر نظامِ شعور و وجود میں اول و آخر کی حیثیت اختیار کرلیں تو ذہن ایمان بالغیب سے بدیہی مناسبت پیدا کرلیتا ہے یا کرسکتا ہے۔گویا اثباتِ حق کی تصدیقی ضرورت ریاضی سے پوری ہوسکتی ہے اور تصوری لوازم منطق سے فراہم ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ نفسِ حق ان کا اپنا تصور اور مفروضہ نہ ہو بلکہ وحی سے پہنچا ہو۔

ایمانی مقاصد اور فلسفیانہ علوم

حقیقت کا موجود فی الخارج اور موجود فی الذہن ہونا، ایمانی مقاصد کے ساتھ حق کی تصدیقات کے ذہنی اور خارجی locales یہی ہیں۔ بہت آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خدا کو باعتبارِ تنزیہ وتشبیہ اور بلحاظ انفس و آفاق جاننے اور ماننے کے ایمانی مقاصد میں ریاضی اور منطق پر تبحر کتنا مددگار ہوسکتا ہے! تاہم یہ خیال رہے کہ فلسفے سے حاصل ہونے والا علم، ذہن کے ایمانی structures کو منہدم کرسکتا ہے، اس سے علم کا مفاد نہیں رکھا جاسکتا، البتہ اسے استعدادِ علم میں اضافے کا ذریعہ ضرور بنایا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ بات دہرادینا غیرمناسب نہ ہوگا کہ فلسفہ ذہن میں غیب کی قبولیت کو ابھارتا ہے لیکن خودغیب کیا ہے؟ اس کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ یہ معرفت وحی سے میسر آتی ہے جو ذہن میں ایمان کو علم پر حاوی رکھنے کا واحد وسیلہ ہے۔ (بشکریہ دانش ڈاٹ پی کے)

(حواشی)

(۱) دیکھئے: Plato, Phaedo, The Dialogues of Plato. New York: Bentham Books, 2006

(۲) دیکھئے: Plato, Apology, The Dialogues of Plato. New York: Bentham Books, 2006.

(۳) دیکھئے، المستصفی، ابوحامد غزالی، بیروت: دار الکتب العلمی، ۲۰۰۰، ص ۳ (۴) دیکھئے: القرآن ۲:۳

(۵) دیکھئے: Martin Heidegger, Letter on Humanism, Basic Writtings. London: Harper Perennial, 2008.

مولانا ابوالمعز عرفان الحق حقانی

کاروان آخرت کے چار مسافر

شیخ التفسیر حضرت مولانا اسحاق کشمیری ومدنیؒ

آئے روز اہل علم وعرفان کے اٹھنے سے علمی دنیا کی رونقیں ماند پڑ رہی ہیں یہی قیامت کی نشانیوں میں سے بھی ایک ہے کہ علماء یکے بعد دیگرے عدم کے پردوں میں چھپتے جائیں گے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی شیخ التفسیر مولانا محمد اسحاق مدنی کشمیریؒ کی رحلت کا سانحہ ہے، آپ ۲۷ جون ۲۱۰۸ کو آخرت کا کاروان سجا کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اجعل الجنۃ الفردوس ماواہ

موصوف کی صرف خط وکتابت کو مدنظر رکھا جائے تو مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، قائد شریعت جدی المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور عمی المکرّم قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ محبت وتعلق خاطر کا عرصہ نصف صدی پر محیط معلوم ہوگا۔ ع نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

اخلاص وتقویٰ، علمی تفوق، تواضع، قلمی روانگی، خیرخواہی قوم وملت کی دردمندی اور وفاشعاری آپ کی وہ صفات عالیہ ہیں جو مرحوم کی زندگی کا تجزیہ کرنے والا ہر شخص محسوس کرسکتا ہے، بعد مسافت کی وجہ سے احقر کی ان کے ساتھ زیادہ ملاقاتیں تو نہ ہوسکیں تاہم چند ایک ملاقاتوں میں بھی انہوں نے جس توجہ محبت ودلجوئی سے نوازا وہ دل پر تاحال نقش ہیں، مولانا مرحوم کا عظیم صدقہ جاریہ تفسیر مدنی موسوم بعمدۃ البیان باقیات الصلحت کے مصداق ان کے لئے ذخیرہ آخرت ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا عاشق الٰہی مدنیؒ، حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ، حضرت مولانا اخلاق حسن قاسمی اور حضرت مولانا سلمان الحسنی، شیخ التفسیر بالحدیث مولانا شیر علی شاہ قدس سرہ العزیز جیسے جبال العلم واساطین کی آراء گرامی سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

مولانا مدنی مرحوم کی مختصر سوانح کچھ یوں ہے کہ آپ ۱۹۴۲ء میں سردار خان ولی بن سردار نواب خان کے گھر آزاد کشمیر منگ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، باضابطہ درس نظامی کے لئے دارالعلوم پلندری میں شیخ الحدیث مولانا یوسف خانؒ کے ہاں داخلہ لیا، بعدازاں علمی خوشہ چینی کے لئے کراچی پہنچے، جہاں دارالعلوم عربیہ نیوٹاؤن سے ۱۹۶۵ء میں فراغت پائی تکمیل علوم کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز اپنے ابتدائی مادر علمی دارالعلوم پلندری سے کیا۔ ۱۹۶۷ سے ۱۹۷۲ء تک وہیں پڑھایا، ۱۹۷۲ء میں

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ پہنچ کر جوار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تحصیل علم کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں فراغت کے بعد سعودی مرکز الدعوۃ والارشاد کی طرف سے متحدہ عرب امارت میں بحیثیت داعی تعینات ہوئے۔ عرصہ ۳۰ سال تک دبئی وگردونواح میں دینی تدریس ودعوت کے کاموں میں مشغول رہ کر ۲۰۰۷ء کو پاکستان واپسی اختیار کی۔ آپ کے پسماندگان میں چھ بیٹے مولانا محمد طاہر مدنی، حافظ عمران، حافظ عامر، محمد عمار، محمد رضوان، حافظ منصور اور تین بہنیں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے فرزندوں کو صبر جمیل کے ساتھ مرحوم کی تشنہ تکمیل علمی کاموں کو سر کرنے کی توفیق سے نوازے۔ امین

حضرت مولانا سعید الرحمٰن شاہ حقانی کاکاصاحب

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، دبنگ و بارعب اور خاکسار طبعیت کے حامل حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ساکن کاکا صاحب ۲۸ رمئی ۲۰۱۸ء کو علی الصبح ساڑھے تین بجے انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم اغفرہ۔ نماز جنازہ دس بجے صبح آپ کے چھوٹے بھائی مولانا سعد الحمیدؒ کی امامت میں ادا کیا گیا۔ مرحوم نے دارالعلوم حقانیہ میں اس زمانہ میں تحصیل علم کیا، جب مدرسہ گاؤں کے ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ان کے چچا ڈاکٹر میاں عبدالماجد مرحوم نے زیارت کاکا صاحب سے ہجرت کرکے یہاں لوگوں کے علاج معالجے کی خدمات کے لئے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۴ء کو دارالعلوم سے دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے علم تفسیر میں خوشہ چینی کے لئے لاہور پہنچے اور دوران درس ان کے افادات کو محفوظ کرتے رہے۔ ان کے بچوں کے ساتھ یہ قیمتی خزانہ اب بھی موجود ہے۔ عملی زندگی میں معلّمی کا پیشہ اختیار کرکے سرکاری سکول میں فارسی کے ٹیچر مقرر ہوئے۔ ملازمت کے دوران پیر پیائی اور نوشہرہ نمبرا سکول میں تعیناتی رہی۔ ۱۹۹۱ء میں ریٹائرمنٹ پائی۔ انگریزیت سے سخت نفرت تھی اور اس نفرت کا اظہار کبھی کبھی اس طرح کہہ کرتے کہ اگر کوئی مجھے ایک ہزار روپیہ بھی دے تو انگریزی کا ایک لفظ سکھانے کا روادار نہیں ہوں۔ آپ کی اولاد میں مولانا سعد الحفیظ اور مولانا سعد العلیم فضلاء حقانیہ کے علاوہ تین بیٹیاں شامل ہیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد سعد الحمید شاہ حقانیؒ کاکاصاحب

نوشہرہ صدر میں اولین دینی کتب خانہ کی داغ بیل ڈالنے والی شخصیت، دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، شیخ رحمکار المعروف کاکاصاحب گاؤں کے معروف عالم دین حضرت مولانا سعد الحمید صاحب مختصر علالت کے بعد گزشتہ دنوں سہ پہر تین بجے بروز ہفتہ ۲۸ر جولائی ۲۰۱۸ء کو اس دار فانی سے دارالقرار کی

طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم وسع مدخلہ آپ ان فضلاء کرام میں شامل تھے جنہوں نے عمر بھر مادر علمی سے بھرپور رشتہ استوار رکھا، خانوادہ حقانی کے ہر ہر فرد کے ساتھ محبت وخلوص کا تعلق مرتے دم تک نبھایا۔ انکے والد مولانا حافظ سعادت شاہ ہندوستان میں علوم دینیہ اور خاص کر علم حدیث کی خوشہ چینی کرنے کے بعد اپنے گاؤں پہنچے، تو قمبر خیل مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوکر لوگوں کی دینی رہنمائی کا کام شروع کیااور تادم وفات خدمت دین کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ جدِ امجد ملا گل صاحب مرحوم بھی شہاب خیل میں دینی سیادت کے کام پر مامور رہے۔ جنکے اجداد افغانستان کے صوبہ جلال آباد کے گاؤں دہ بالا سے نقل مکانی کرکے یہاں آباد ہوگئے تھے۔انکا تعلق شینواری قوم کی شاخ لباس خیل سے تھا۔

مولانا سعد الحمید نے اپنے والد سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی اور پھر گاؤں کے ہائی سکول سے میٹرک کیا، ازاں بعد دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں درس نظامی کے پڑھنے سے کیا، کافیہ کے لئے دارالعلوم حقانیہ میں آکر داخلہ لیا۔ ۱۹۶۶ء میں فراغت پائی ۔ اقتصادی ضروریات کے لئے اپنے بھائی کے مشورے پر نوشہرہ صدر میں دینی کتب خانہ قائم کیا، جوآج تک نوشہرہ کے باسیوں کے دینی ضروریات پوری کر رہی ہے۔ اسی کتب خانہ میں مرحوم نوشہرہ کے بعض طلباء کومختلف کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی جگہ محلّہ کی مسجد میں امامت کا کام بھی آپ کے ذمہ ہوچلا، جہاں تسلسل کے ساتھ رمضان میں قرآن پاک سنانے کی سعادت بھی حاصل رہی ، امسال بھی رمضان میں بڑھاپے اور نقاہت کے باوجود یہ فریضہ باحسن انجام دیا۔ایک ماہ قبل گھر میں پھسلنے کی وجہ سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی ، جس کا فوری آپریشن کیا گیا تاہم یہی علالت آپ کی وفات کا سبب بن گیا۔نماز جنازہ اسی روز بعد المغرب آٹھ بجے مولانا انوار الحق صاحب کی امامت میں پڑھا گیا، احقر نے تیسرے روز برادرم مولانا لقمان الحق حقانی کی معیت میں فاتحہ خوانی کیلئے ان کے ہاں حاضری دی۔آپکی اولاد میں مولانا سعد الاحد ، مولانا سعد الواحد اور مولانا سعد الرحیم بحمداللہ تینوں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا و خیر املا

جواں سال مولانا حافظ اسد اللہ حقانیؒ (خادم خاص شیخ التفسیر والحدیث مولانا عبدالحلیم دیر بابا جی)

ہمارے شاگرد رشید، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نوجواں فاضل، اساتذہ کی خدمت کی شعاری کے وصف پر پورا اترنے والے وفادار انسان، حافظ قرآن، مولانا قاری اسد اللہ حقانی طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں بروز منگل ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء کی صبح طویل علالت کے بعد چارسدہ کے گاؤں شیر پاؤ میں اس دنیا سے پردہ فرما گئے "انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرہ وارحمہ واجعل الجنة مثواہ" بیماری کی شدت کی وجہ سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا تھا، ایک عرصہ سے قاری صاحب پیٹ ومعدہ کے موذی مرض

کینسر میں مبتلا تھے، دو تین سال قبل آپریشن کے دوران تشخیص ہوئی، تو بستر علالت پر پڑ گئے، دو تین ماہ علیل رہنے کے بعد دم درود اور علاج کے ذریعہ افاقہ ہوا، تو پھر مادر علمی پہنچ کر اپنے محبوب استاد اور دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث و رہبر طریقت مولانا عبدالحلیم المعروف بہ دیر بابا جی کی خدمت میں لگ گئے۔

یاد رہے کہ مرحوم قاری صاحب نے حقانیہ سے ۲۰۱۱ء میں فراغت پائی تھی، تاہم فراغت کے بعد اس نے اپنے اساتذہ سے جدائی اختیار کرنے کے بجائے اپنی بقیہ زندگی روحانی مربیوں کی خدمت میں صرف کرنے کا عزم کیا۔ مادیت کے اس دور میں ایسی مثالیں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں کہ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی ذات اور مستقبل کے لئے کچھ سوچنے اور کر زرنے کے بجائے استاد کے در پر پڑ کر اس کی خدمت ہی کو معراج سمجھنا۔ اس میں موصوف کی عظمت وجزبہ کیساتھ ساتھ یقیناً اس کے والدین و برادران کی بھی دینی صلابت ظاہر ہوتی، کہ انہوں نے اپنے بچے اور بھائی کو دنیا کے کسی کام میں لگنے پر زور نہ دیا۔ اسی خدمت شعاری کے جزبہ کے بدولت مرحوم ہر استاد کے دوران طالبعلمی اور فراغت کے بعد مرتے دم تک منظور نظر رہے۔

مزاجاً موصوف نفیس طبع واقع ہونے کے ساتھ ساتھ ہر وقت سفید کپڑے زیب رکھنے کی سنت پر عمل پیرا نظر آتے تھے، جب شیخ الحدیث مولانا حسن جان رحمہ اللہ کی دردناک شہادت کا واقع پیش آیا تو اس سے چند دن بعد قاری صاحب نے مجھ سے مل کر کہا کہ: ''جی کل میں نے خواب دیکھا کہ عالیشان محل ہے اس میں شہید موصوف ایک جگہ تشریف فرما نظر آرہے ہیں، ساتھ ہی ایک جگہ دوسری تخت نما قسم کی نظر آرہی تھی، میں نے کہا کہ یہ کس کے لئے مختص ہے'' تو فرمایا کہ یہ عرفان الحق کی جگہ ہے۔ میں نے خواب سن کر کہا کہ شیخ صاحب شہید کا مقام تو یقیناً جنت میں اعلیٰ محل ہوگا ہی، تاہم میری جگہ ان کے جوار میں یہ آپ کا حسن ظن ہی ہے حقیقت نہیں۔ جس پر قاری صاحب نے قسم لے کر کہا کہ واللہ میں نے شیخ کی زبان سے خواب میں نے متعدد دفعہ سنا ہے کہ یہ مولانا عرفان الحق کی جگہ ہے۔ میں تاویل کرتے ہوئے نے عرض کیا کہ شاید ان کی مجھ سے خوشی و رضامندی کا اظہار ہو، اسلئے کہ شہادت سے قبل ایک ملاقات میں انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے اپنا سفر ایران جو مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ صاحب کی معیت میں کیا تھا الحق میں چھپوادیا، جبکہ اس سے پہلے میں اور آپ ۲۰۰۴ء میں ایران گئے تھے، اسے گول کر دیا، جس پر میں نے وہ گزشتہ سفر کی روئیداد قلمبند کر کے اگلے ماہ الحق میں شائع کردی اسے ملاحظہ کر کے وہ بڑے خوش ہوئے تاہم افسوس مزید قسطیں آنے سے قبل ہی وہ رحلت فرما گئے، تو یہ ان کی روحانی خوشی کا مظہر ہے۔

ایک دوسرے موقع پر اسد اللہ مرحوم نے مجھ سے کہا کہ جی آج میں نے خواب دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ہیں اور دارالحدیث کے مینار کے ساتھ میں نے مولانا شیر علی شاہ صاحب کے ہمراہ ان کی زیارت کی، شیخ صاحب سے میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ جس پر

آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو کہ عرفان الحق کی ملاقات کے لئے یہاں آئے ہیں۔ پھر خواب میں مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے یہ حضرت خضرؑ ہیں جو عرفان الحق کی ملاقات کے لئے آئے ہیں، اب بھی کہتا ہوں اور آئندہ بھی کہوں گا۔

میں نے خواب سن کر شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ من آنم کہ من دانم۔ اپنے آپ سے کوئی انسان چھپا نہیں رہتا۔ کہا ہم سراپا گنہگار اور کہا ایسے عظیم لوگ، تاہم قاری صاحب یہ آپ کی میرے ساتھ محبت ہی ہے۔ یہ دو خواب ہرگز نہ لکھتا اگر آج ہمارے یہ مخلص شاگرد جس کی رحلت کا سانحہ پیش ایا ہے، اس پر لکھنے کی نوبت نہ آتی، اللہ تعالیٰ اسے خودستائی اور خودنمائی کے زمرے میں شمار نہ فرمائے۔ یفعل اللہ ما یشاء۔

قاری صاحب موصوف کے مختصر حالات جو ان کے بھائی قاری بیت اللہ سے میسر آسکے ہیں۔ ۳؍مئی ۱۹۸۵ء کو بیگزئی شیر پاؤ میں مولوی محمد جان ولد پیر محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ جس کا تعلق درانی قوم سے ہے، آپ کے والد افغانستان سے ہجرت کرکے پاکستان میں آباد ہوئے، شیر پاؤ میں شادی ہوئی اور پھر زمینداری کے پیشہ سے وابستہ ہوئے، آپ کے ماموں شیخ الحدیث مولانا گل محمد دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں جو ۱۹۷۱ء میں فارغ ہوئے۔ انہوں نے علمی زندگی کی ابتداء کچھ اس طرح سے کی۔ ناظرہ قرآن پاک مولانا رحمت ہادی صاحب کے مدرسہ واقع پشاور میں پڑھنا شروع کیا ساتھ ہی گورنمنٹ پرائمری سکول پنجہ غلام اور پھر اسی علاقے کے ہائی سکول سے مڈل پاس کرنے کے بعد حفظ قرآن کیلئے ۱۹۹۹ء کو مدرسہ تجوید القرآن شیر پاؤ میں داخلہ لیا۔ تکمیل حفظ کے بعد ایشیاء کے عظیم اسلامی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ میں درس نظامی کے لئے وارد ہوئے اور پھر ادھر ہی کر رہ گئے۔ پڑھنے کے دوران اپنے اساتذہ سے عقیدت وتعلق اور خدمت ان کا خصوصی وطیرہ رہا۔

بیماری کے دوران آخر میں غشی طاری ہوجاتی تھی، اس سے افاقہ پر بھائی کو کہتے کہ باباجی (دیربابا) کدھر ہے۔ وہ اسے تسلی دے کر کہتے کہ ابھی گھر چلے گئے۔ پھر جب تیماردار اٹھنے کیلئے اسے سہارا دیتے تو یہ کہتا کہ مجھے چھوڑ دے باباجی کو پکڑ لیں۔ گویا مرض وبستر موت پر بھی اسے اپنے استاد کو سہارا اور خدمت کرنے کا ہی غم تھا...... ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

امید ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں مخدومیت کے اعلیٰ مراتب سے نوازے گا۔

ان کا نماز جنازہ اسی روز بعد العصر چھ بجے اپنے گاؤں میں مولانا انوار الحق صاحب کی امامت میں ادا کیا گیا، جس میں گرد ونواح اور دور دراز کے سینکڑوں علماء اور طلباء نے شرکت کی۔ جنازہ سے قبل احقر نے تعزیتی خطاب کے دوران کہا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: کن عالماً اومتعلماً او خادماً موصوف میں یہ تینوں صفات جمع ہوگئے تھے۔ بعد ازاں مولانا انوار الحق صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔

حافظ سید اسرار احمد نعمانی *

حقانی نسبتوں، محبتوں اور عقیدتوں کا مرقع
شیخ القرآن حضرت مولانا ظہور احمد رستمیؒ

موت التقی حیاۃ لا فناء لھا
قد مات قوم وھم فی الناس احیا

بھلا سکیں گے نہ اہل زمانہ صدیوں تک
مری وفا کے مرے فکر وفن کے افسانے

آتی رہیں گی یاد ہمیں یہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم تجھے فصل بہار میں

ایشیاء کی عظیم علمی، روحانی، فضل وکمال کا سدا بہار مرکز، رشد وہدایت علم وعرفان کی معرفتوں کی بین الاقوامی شہرت یافتہ یونیورسٹی دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کی عظیم علمی وعملی کارنامے تاریخ عالم کی صفحات پر زندہ وتابندہ ہیں، دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ ایک ادارے کا نام نہیں بلکہ علم وفضل کی ایک لازوال تحریک کا نام ہے جس نے باطل کو ہر محاذ پر، ہر فورم پر للکارا اور سچائیوں کا پرچم بلند کیا ہے، نظر عمیق سے اطراف واکناف عالم پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوگا کہ دینی مدارس مذہبی واصلاحی، فلاحی، معاشرتی الغرض کوئی بھی میدان اس کے فیض سے خالی نہیں، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، جہاد وحریت، تحقیق وتدقیق، افتاء وقضا، شعر وادب، تصوف وسلوک، زہد وتقویٰ، سیاست وقیادت، علم وعرفان، غرض کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں اسکے فرزندان کے قابل قدر نقوش رقم نہ ہوئے ہوں، ہر شعبہ میں لازوال کارنامے سرانجام دینے والے جامعہ حقانیہ نے سب سے زیادہ کام قرآن وسنت کی ترویج واشاعت اور ایک اسلامی معاشرہ کے قیام میں ایسے عظیم جبال العلم، نفوس قدسیہ عالم افق پر پیش کردیئے ہیں، ثبت است برجریدہ عالم دوام ما کے مصداق شخصیات جن کے نام سن کر قلبی وروحانی سکون ہوتی ہے اور دل وجان سے آفرین اور خراج تحسین کے الفاظ ہونٹوں پر جھڑتے ہیں۔

---

* متعلم درجہ خامسہ، ایم ایس سی شماریات ایم اے اسلامیات، ایم ایڈ آف رستم مردان

مولانا ظہور احمد رستمیؒ ایک تعارف

دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کے عظیم فرزندوں میں سے ایک عظیم فرزند، شعلہ بیان، شہنشاہ خطابت، فصاحت وبلاغت کے عظیم شہسوار ،دل و جان سے حقانی نسبت پر نازاں ،گنجینہ علم وعرفان ، بحر بیکراں شیخ القرآن حضرت العلامہ ظہور احمد رستمی کے نام سے دنیا جانتی ہے، جس کے شعلہ بیانی اور خطابت کے چرچے پورے پاکستان میں اور بالخصوص صوبہ خیبر پختونخوا میں وردزبان ہیں، شیخ القرآن مولانا ظہور احمد دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کے عظیم فرزندوں میں سے ایک ہیں جس پر دارالعلوم حقانیہ کی درودیوار کو ناز ہے اور جامعہ فخر کرتی ہے اور کیوں نہ کرے، کیونکہ ان کے دل و دماغ میں دارالعلوم حقانیہ اور شیوخ حقانیہ سے عشق ومحبت ،عقیدت و احترام عین ایمان کے درجے میں موجود تھی، دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ سے محبت وعقیدت اس غایت درجہ پر کہ اگر روز محشر اللہ تعالیٰ ہم کو گلستان حدیث دارالعلوم حقانیہ کے خاکروبوں کی صف میں بھی شامل کردیں تو یہ ہمارے لئے سعادت عظمیٰ ہوگی۔

مولانا ظہور احمد مرحوم کو جامعہ حقانیہ سے عقیدت ومحبت

دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت ومحبت اور احترام کا اتنا گہرا رشتہ تھا تو دارالعلوم حقانیہ کے شیوخ سے والہانہ وارفتگی ،فنائیت ،خلوص ومحبت کا عالم کیا ہوگا؟ جب بھی برسر خطاب ہوتے تو میر محفل ہوتے ،اپنے اساتذہ شیوخ کے نام اس عقیدت و احترام سے لیتے تھے کہ سامعین محفل اور حقانی برادری اس کی فنائیت والہیت پر انگشت بدنداں ہوتے اورفنافی الشیوخ کے نام سے ملقب فرماتے تھے، جس انداز سے آپ اپنے شیوخ کا تذکرہ فرماتے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، جب حدیث یار کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے تھے، میرے عظیم شیخ پاکستان کے امام بخاریؒ، حضرت مدنی کے علوم کے امین، شیخ الہند کے سیاست کا ترجمان، جس پر آج بھی دارالعلوم دیوبند کو فخر ہے، امیر المومنین فی الحدیث فنا فی الحدیث، قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت العلامہ عبدالحق نوراللہ مرقدہ یہاں یوں فرمایا کرتے اوراپنی تفسیر کے استاد کا نام کچھ یوں ہونٹوں سے ادا فرماتے تھے، امیر المومنین فی التفسیر، فنا فی القرآن دنیاو مافیہا سے بےخبر، رموز قرآن سے باخبر شخصیت میدان ولایت میں اپنے دور کے قطب الارشاد مجھے محبوب از جان وجہان میرے محبوب شیخ القرآن شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ نے یہاں یہ نکتہ ارشاد فرمایا تھا، کہ طریقت کے شیوخ میں ایک فنا فی اللہ ہوتا ہے اور دوسرا فنا فی الرسول مگر ہمارے دونوں شیوخ نے اس باب میں پورا اضافہ کردیا ہے، کہ ایک فنا فی القران تھے، اور دوسرا فنا فی الحدیث تھے اوران شیوخ اسلام کے ساتھ امیر المومنین فی الحدیث اور امیر المومنین فی القرآن کا لقب سب سے پہلا آپ ہی نے لکھا تھا اور آج علمی

میدان میں ان ہی القاب سے یاد کئے جا رہے ہیں۔

شیخ الحدیث مفتی محمد فریدؒ سے بے پناہ محبت

اپنے پیرومرشد سے فنائیت کا یہ عالم تھا جب اس کا ذکر خیر فرماتے تو فرماتے تھے ایشیاء کے عظیم محقق وفقیہ مفتی اعظم ایشیاء جسکی فقاہت کو فقاہت بذات خود حیران ہے ولی کامل عارف کامل حضرت الاستاد مفتی محمد فرید نوراللہ مرقدہ یہی وجہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ القرآن سے بے انتہا محبت رکھتے تھے اور چارپائی میں اپنے ساتھ سر کی جانب بٹھادیتے تھے کبھی پائنتی کی طرف بیٹھنے نہیں دیا وگرنہ ان کے سامنے فرش پر بڑے بڑے جبال العلم دوزانوں خاموش رہتے تھے اور حضرت شیخ القرآن کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے۔ یہاں کے زروبی کے ناظم تھے اس نے کہا آپ آتے ہیں تو حضرت مفتی صاحب آپ سے بہت باتیں کرتے ہیں جبکہ دوسرے علماء تو جگہ بھی نہیں بدل سکتے تو فرمایا ہماری شاگردی و استادی اب دوستی میں بدل چکی ہے یہی ہمارا امتیاز ہے۔ ہماری استادی اور شاگردی کا یہ سلسلہ تم کو ہمارے بعد نہیں ملے گا۔

جہاں سے تیرا جی چاہے میری کتاب زندگی پڑھ لے
صفحہ چاہے کوئی بھی کھلے نام تیرا ہی لکھا ہوگا

علمائے دیوبند کا عاشق زار

علماء دیوبند کے علماء ومشائخ کا یہی عظیم عاشق زار میدان عقیدت ومحبت میں صرف قوال نہیں فعال بھی تھے اپنے اساتذہ ومشائخ کے بے حد دلدادہ تھے اکثر فرمایا کرتے تھے الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں پاکستان کے امام بخاریؒ حضرت مدنی کے علوم کے امین، شیخ الہند کے سیاست کے ترجمان حضرت شیخ الحدیث حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالہادی شاہ منصوریؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد فریدؒ اور عظیم علمی سکالر شیخ الحدیث حضرت العلامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نوراللہ مرقدہ کے جوتے ایک بار نہیں بارہا اٹھانے کے مواقع دیئے ہیں اور ان کی برکات دنیا میں دیکھ رہا ہوں۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ سے والہانہ محبت

دوران بیماری ان کے عظیم مشفق ومہربان، مربی ومحسن شیخ الحدیث ابن شیخ الحدیث قائد ابن قائد عالمی شہرت یافتہ، محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت العلامہ سمیع الحق دامت برکاتہم عیادت کیلئے تشریف لائے چارپائی سے اٹھنے کے قابل نہیں تھے راقم الحروف کو حکم دیا کہ حضرت شیخ الحدیث کے

جوتے پاؤں سے اتار دو میں نے اتار دیئے تو فرط عقیدت سے چومے اور اپنے آنکھوں پر رکھے، حضرت شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق صاحب سراپا حیرت تھے فرمایا حضرت آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ آپکی محبت وعقیدت مجھے معلوم ہے مگر میں اس مقام کا نہیں ہوں تو حضرت شیخ القرآن کے آنکھوں میں آنسو آگئے آواز گلوگیر ہوگئی بہت دیر تک اپنے شیخ کی آمد پر اور اپنی خدمات بجا آوری نہ لانے پر روتے رہے۔صرف یہی نہیں جب زینت المحدثین، ولی کامل، عارف باللہ، جامع المعقول والمنقول حضرت شیخ الحدیث علامہ مغفور اللہ دامت برکاتہم اپنے مایہ ناز تلمیذ ارشد کے بیماری کا پتہ چلا تو عیادت کیلئے رخت سفر باندھا مجھے ایک شخص سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث علامہ مغفور اللہ باباجی رستم میں ایک شاگرد کی عیادت کیلئے آرہے ہیں میں نے فون پر رابطہ کیا تو حضرت شیخ الحدیث علامہ مغفور اللہ باباجی مردان کے حدود میں داخل ہوچکے تھے میں فوراً گھر جاکر خبر دی حضرت شیخ القرآن آرام کررہے تھے میں نے نیند سے بیدار کردیا تو غصہ ہوگئے عجیب خواب دیکھ رہا تھا کہ شیخ مغفور اللہ باباجی تشریف لارہے ہیں میں نے کہا حقیقت ہے چند لمحوں میں حضرت شیخ الحدیث جلوہ آفروز ہوئے تو چارپائی میں بیماری کیوجہ سے لیٹے ہوئے تھے فوراً اشارہ کردیا کہ حضرت کے جوتے اتار دو بار بار چومتے رہے علماء کرام طلباء کرام شاگرد اور استاد کے اس رشتہ عقیدت ومحبت سراپا حیرت تھے۔

بہت کم ہیں وہ جنہوں نے ہمیں دیکھا
مگر جنہوں نے دیکھا وہ دیکھتے رہی رہ گئے

مولانا عبدالقیوم حقانی کے ساتھ والہانہ عقیدت

مجھے یاد ہے میرے عظیم شیخ مربی ومحسن، میرے عظیم حضرت جامع شریعت وطریقت، فخر الاکابر والاصاغر، میدان تصنیف وتالیف میں دور حاضر کے حضرت تھانویؒ میدان خطابت میں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ثانی، جامع محاسن شتی فضیلت الشیخ شیخ الحدیث علامہ عبدالقیوم حقانی مدظلہ ایک جلسے کے سلسلے میں ہمارے ہاں تشریف لائے بارش پورے زور پر تھی جیسے ہی علامہ حقانی حضرت شیخ القرآن سے ملے تو بیٹھتے ہی علامہ حقانی مدظلہ کے چپل بارش کی وجہ سے گیلے مگر یہ عاشق زار چومنے لگے تو علامہ حقانی اس عقیدت ومحبت کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگے تو والد محترم حضرت شیخ القرآن کے آنکھوں میں بھی آنسو کی لڑی لگ گئی علامہ حقانی فرمانے لگے یا شیخ! مجھے گناہگار مت کرو اس مقام کا اہل نہیں ہوں نہیں ہوں تو حقانی نسبتوں کے امین حضرت شیخ القرآن نے فرمایا علامہ حقانی مدظلہ اس جوتوں کی نسبت اس پاؤں سے ملی جو میرے عظیم شیخ پاکستان کے امام بخاریؒ حضرت مدنی کے علوم کے امین، حضرت شیخ

الہند کے سیاست کے ترجمان قائد شریعت امیر المؤمنین فی الحدیث ،فنافی الحدیث، حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں کئی سال دیکھے اور آپ تو حضرت شیخ الحدیث کی دعاؤں نگاہوں کا مظہر اور عالمی شہرت یافتہ ، بین الاقوامی محدث جلیل ابن محدث جلیل شیخ الحدیث ابن شیخ الحدیث قائدنا المکرّم بین الاقوامی شہرت یافتہ عظیم الدمحترم کے بین الاقوامی شہرت یافتہ، عظیم فرزند ،محترم میرے عظیم مشفق و مہربان استاد شیخ الحدیث حضرت العلامہ سمیع الحق دامت برکاتہم کی تربیت و معیت میں اظہر من الشّمس کے منازل طے کئے ہیں میرے ان عظیم شیوخ کی نسبت سے مجھے یہ چپل بھی بہت محبوب ہے میرا جی چاہ رہا ہے کہ بار بار چوم لوں۔ علامہ حقانی روز محشر اللہ نے پوچھا میرے دربار میں کیا لائے ہو تو کہہ دوں گا اللہ! شیوخ حقانیہ شیخ شاہ منصور کے جوتے چوم کے لایا ہوں۔

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ
ٹکڑے ٹکڑے میرے داستان کی ہیں

علم واخلاص کا پیکر

علم واخلاص کا یہ پیکر خالص، علم وعمل کا یہ مینار ولایت پچھلے سال اگست کے اوائل میں جگر کے بیماری کا شکار ہوئے جگر سے صفرا بدن میں شامل ہوتا رہا۔ تشخیص سے معلوم ہوا کہ جگر سے نکلنے والی نالی بند ہے جسکی وجہ صفرا کا اخراج نہیں ہو رہا، پشاور کے میڈیکل کمپلیکس میں دو آپریشن کئے مگر ناکام رہے پھر اسلام آباد کے قائد اعظم ہسپتال میں ہمارے ایک قریبی تعلق دار ڈاکٹر اس بیماری کا سپیشلسٹ ڈاکٹر محمد صالح نے بہت ہی جانفشانی سے حضرت شیخ القرآن کا علاج شروع کیا اور اسکے علاج سے بہت افاقہ ہوگیا مگر کمزوری روز بروز بڑھتی جارہی تھی آخر کار ۳ راپریل منگل کی شب ساڑھے تین بجے دار فانی کو الوداع فرما کر بارگاہ رب میں تشریف لے گئے۔

ایسی خاموشی کا عالم چھایا ہے تیرے جانے کے بعد
چین قفس نہ سرائے مند خوش الحانست
ہوکے اداس پرندے بھی میرا شہر چھوڑ گئے
روم بہ گلشن رضوان کہ مرغ آن چمنم

ایک تاریخی جنازہ

حضرت شیخ القرآن مرحوم کی نماز جنازہ علاقہ رستم میں سب سے بڑا تاریخی جنازہ تھا حضرت

شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق دامت برکاتہم بیماری کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے جنازہ میں شیخ الحدیث علامہ حمد اللہ جان، شیخ الحدیث علامہ مغفور اللہ صاحب، علامہ راشد الحق صاحب علامہ عرفان الحق نے حقانی برادری کی نمائندگی کی اور نماز جنازہ حضرت شیخ القرآن علامہ نور الہادی شاہ منصوریؒ دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

حقانی فضلاء میں شیخ المشائخ شیخ الحدیث علامہ موسیٰ خان بازیؒ اور شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے بعد حضرت شیخ القرآن مولانا ظہور احمد حقانی تھے جن کی قبر سے کئی دن تک خوشبو جاری تھی اور حقانی علماء قبر پر آ کر یہی فرماتے رہے کہ اپنے اکابرین سے محبت وعقیدت کا ثمرہ ہے اور کمرے سے کئی ہفتے تک خوشبو آتی رہی اور تلاوت قرآن سے آج بھی کمرہ خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ القرآن علامہ ظہور احمد رستمی اپنے مشائخ بے پناہ بے حد محبت وعقیدت رکھنے والے انسان تھے دوران بیماری ہم ختم القرآن کرتے تو دعا میں تاکید فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق کیلئے بھی دعا مانگو صرف میرے لئے دعا مت کریں وہ بیمار ہے اللہ اسے بھی صحت کاملہ عطا فرمادیں۔ جب دعا فرماتے تھے تو اس نے شیوخ شیخ القرآن شاہ منصوری، شیخ الحدیث علامہ عبدالحق، شیخ ترنگزئی شیخ ادریس انصاریؒ شیخ ادریس انصاریؒ سارے مشائخ کا نام لیکر آخر میں شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق صاحب شیخ عبدالحلیم دیر باباجی، مفتی سیف اللہ حقانی ،علامہ نورالہادی شاہ منصوری اور علامہ عبدالقیوم حقانی کا نام لیکر طویل عمر اور صحت کاملہ کی دعا مانگتے تھے اور اپنے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ، جامعہ تعلیم القرآن شاہ منصور جامعہ ابوہریرہ کی حفاظت وترقی کیلئے دعا کرتے تھے اور اپنے اکابرین کا نام لیکر فرماتے تھے اللہ نے دنیا میں ان کی دامن پکڑے کی توفیق عطا فرمایا تھی انہیں کے ساتھ ہمارا حشر فرمادے اور انہی کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں حوض کوثر سے سیرابی عطا فرما اور دنیا میں عقیدہ اہلسنت ، مسلک امام اعظم ابوحنیفہؒ صراط مستقیم پر استقامت عطا فرما اور اپنے اکابرین کی جلوس میں اللہ ہمیں جنت میں پہنچادیں۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حقانیہ سکول کا بورڈ میں سو فیصد رزلٹ: تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول کے میٹرک کا رزلٹ بحمدللہ سو فیصد رہا یہ سب کچھ اساتذہ کرام کی ان تھک جدوجہد اور سکول پرنسپل مولانا مفتی اسماعیل حقانی کی مساعی کا نتیجہ ہے، یاد رہے کہ مفتی موصوف کو گزشتہ دو سال سے مولانا عرفان الحق حقانی ناظم اعلیٰ کی تحریک پر اوران کی نگرانی میں حقانیہ میں تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ سکول کی ذمہ داری دلائی گئی جس کی احسن انجام دہی پر یہ رزلٹ دلالت کررہا ہے۔اللھم زد فزد

مولانا عرفان الحق حقانی کا دورہ ملائیشیا: ۱۷رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ کو دارالعلوم کے مدرس مولانا عرفان الحق حقانی ملائیشیا تشریف لے گئے جہاں انہوں نے وہاں کے علماء، دارالعلوم کے فضلاء اور معاونین سے ملاقاتیں کیں، دو ہفتے قیام کے بعد واپسی ہوئی۔

وفیات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے سسرال اور دارالعلوم کے انتہائی مخلص کرمفرما اہل خیر حضرات جناب حاجی فقیر صاحب، حاجی ممتاز صاحب، حاجی اعجاز صاحب کی والدہ ماجدہ کا طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ انتقال ہوگیا، آپ حاجی الطاف مرحوم کی زوجہ تھیں، مرحومہ نیک سیرت، خدا ترس خاتون تھیں،اس کے علاوہ اہل خیر جناب یاسر قیوم کی والدہ کا بھی چند روز قبل انتقال ہوا، مرحومہ کافی عرصہ سے علیل تھیں، اللہ تعالیٰ دونوں خاندانوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اوران کی کامل مغفرت فرمائے۔امین

دارالعلوم کے انتہائی مخلص نوشہرہ کے رہائشی جناب عبدالستار گل صاحب ۸۔جولائی ۲۰۱۸ کو وفات پاگئے،اس سے قبل مرحوم کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا تو علاج کے لئے ہسپتال سے گھر منتقل کردیا گیا، تاہم بعد میں ان پر دل کا دورہ پڑنے انتقال ہو چلا۔مرحوم دارالعلوم کے غیر ملکی عربی استاد شیخ محسن الرفاعی کے برادر نسبتی تھے۔مرحوم کا احقر اور برادرم راشد الحق کیساتھ کافی عرصہ سے گہرا تعلق تھا۔اسی طرح دارالعلوم کے دو قدیم فاضل برادران آف کاکا صاحب حضرت مولانا سعید الرحمٰن شاہ حقانی اور حضرت مولانا حافظ سعد الحمید شاہ حقانیؒ بھی دو ماہ کی مختصر مدت میں یکے بعد دیگرے وفات پاگئے۔ایک اور سانحہ شیخ التفسیر والحدیث مولانا عبدالحلیم المعروف بہ دیر باباجی کے خادم خاص حافظ قرآن مولانا حافظ اسداللہ حقانیؒ کی رحلت کا واقعہ ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء کو پیش آیا، قارئین الحق سے ان تمام کیلئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

● **تقریر المدنی علی جامع السنن الترمذی**......افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنیؒ
مرتب: مولانا شکیل محمد حقانی ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک 03336618740

ترمذی شریف احادیث مبارکہ کی کتابوں اور صحاح ستہ میں چار نمبر پر مشہور اور متداول کتاب ہے،اس کتاب پر اہل علم نے بے شمار شروحات، تعلیقات اور حواشی لکھیں، جو عربی، فارسی،اردو پشتو زبانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہے، ہر ایک عالم اور محقق نے اس کی فنی وعلمی مباحث پر اپنے اپنے انداز اور اسلوب میں روشنی ڈالی ہے،اس پر مستزاد اہل علم وشہسواران درس وتدریس کے افادات بھی بے شمار ہیں، انہیں افادات علمی میں ایک درسی تقریر جامعہ حقانیہ کی زینت، استاد المحدثین حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی نوراللہ مرقدہ کی بھی ہے،حضرت شیخؒ مدت دراز سے جامعہ حقانیہ میں ترمذی شریف پڑھاتے رہے،اور طلبہ کو علم حدیث کے رموز واسرار،حکم ومعارف اور دیگر علمی مباحث سے روشناس کراتے رہے، حضرت شیخ کی اس تقریر کو مولانا شکیل محمد حقانی نے ضبط کر کے اسے اردو میں منتقل کردیا، اب کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ مولانا شکیل صاحب جامعہ حقانیہ کے ہونہار فاضل اور یہاں کے سابق ناظم بھی رہ چکے ہیں،انہوں نے اس تقریر کو نہایت سلیقے سے مرتب کرکے تصنیف کتاب کا حق ادا کردیا،حضرت شیخ کے افادات سے حضرت شیخ کے علمی مقام اور احادیث مبارکہ میں ان کی مہارت اور عبور کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،مولانا شکیل محمد حقانی قابل داد ولائق تحسین ہے کہ انہوں نے اہل کے سامنے اس وقیع علمی جواہر پارے کو پیش کردیا،اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔

● **فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع** .... تالیف:مفتی رب نواز
ضخامت: ۵۱۲صفحات ناشر: جامعہ حنفیہ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد 03075687800

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ کی ذات والا صفات کسی تعارف کے محتاج نہیں، نہ انہیں کی تالیف کردہ کتابیں محتاج تعارف ہے، خاص کر موصوف کی کتاب ''فضائل اعمال'' تو عوام وخواص میں مقبول

عام کتاب ہے۔فضائل اعمال پر غیر مقلدین کی طرف سے 138 سوالات اور اعتراضات اٹھائے گئے ہیں اور عوام الناس کو گمراہ کرنے کیلئے زور وشور سے یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ فضائل اعمال میں موجود تمام احادیث یا تو ضعیف ہے یا موضوع، ممکن ہے بہت سے سادہ لوح مسلمان اس پروپیگنڈا کی زَد میں آ کر متاثر بھی ہوئے ہوں، اس پروپیگنڈہ کے سد باب کیلئے مولانا رب نواز صاحب نے اس طرح کی فتنہ انگیز اعتراضات اور گمراہ کن کتابوں کے جوابات نہایت سلیقہ سے تحریر کئے ہیں۔اس کاوش پر مصنف قابل صد لائق تحسین ہے۔

- **بی ثبوتہ مسائل** ...... مولف : مولانا امان اللہ ثابت حقانی

ضخامت: ۱۹۱صفحات ناشر: مکتبہ مجمع الانوار پشاور 03348311650

انسانی معاشرے میں کبھی کبھار کچھ ایسی غلط باتیں بھی مشہور کی جاتی ہے جس کا کوئی ثبوت کسی اسلامی مأخذ میں ملنا ناممکن اور دشوار ہو، ایسی باتوں کو اغلاط العوام بھی کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اعلاط العوام نامی کتاب بھی لکھی ہے جسے کافی شہرت ملی، چونکہ تھانوی صاحب کی نظر میں ہندوستانی معاشرے میں مشہور غلط باتوں کی نشان دہی کی گئی ہے، اب ضرورت تھی کہ ہمارے پشتون معاشرے (لروبر) میں جو غلط باتیں مشہور ہے اس کی متعلق بھی کوئی کتاب سامنے لایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ خدمت جامعہ حقانیہ کے ہونہار فاضل مولانا امان اللہ ثابت حقانی کے حصے میں آئی، انہوں نے "بے ثبوتہ مسائل" کے نام سے یہ کاوش اور کتاب تیار کی ہے عام فہم پشتو میں یہ ایک بہترین اور قیمتی تحفہ ہے، اہل علم اس کا مطالعہ ضرور کریں تاکہ کل کلاں معاشرے کی اس غلط پھیلائی گئی باتوں کا تردید ہوسکے۔

- **حیاۃ النحو فی خلاصہ ھدایۃ النحو** ...... مولف: مولانا محمد یوسف رشید مدظلہ

ضخامت: ۱۲۸صفحات ناشر: مکتبہ الارشاد ملیر ہالٹ کراچی 03333730428

زیر تبصرہ کتاب میں مولانا یوسف رشید صاحب نے ہدایت النحو کے مسائل کو انتہائی عام فہم انداز اور آسان اسلوب میں حل کرنے کی کوشش کی ہے اور مسائل کی تشریح مثالوں سے واضح کی ہے، گویا کہ ہدایۃ النحو کا ایک خلاصہ پیش کیا ہے، انتہائی مختصر، مدلل عبارت ترجمہ اور مقصود خاص کو بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ کتاب بنین اور بنات دونوں کے لئے یکساں طور پر مفید اور معاون ثابت ہوگی۔